تعلیم و تربیت

مارچ 2015ء

آئی بہار

صفحہ نمبر: 36

PDFBOOKSFREE.PK

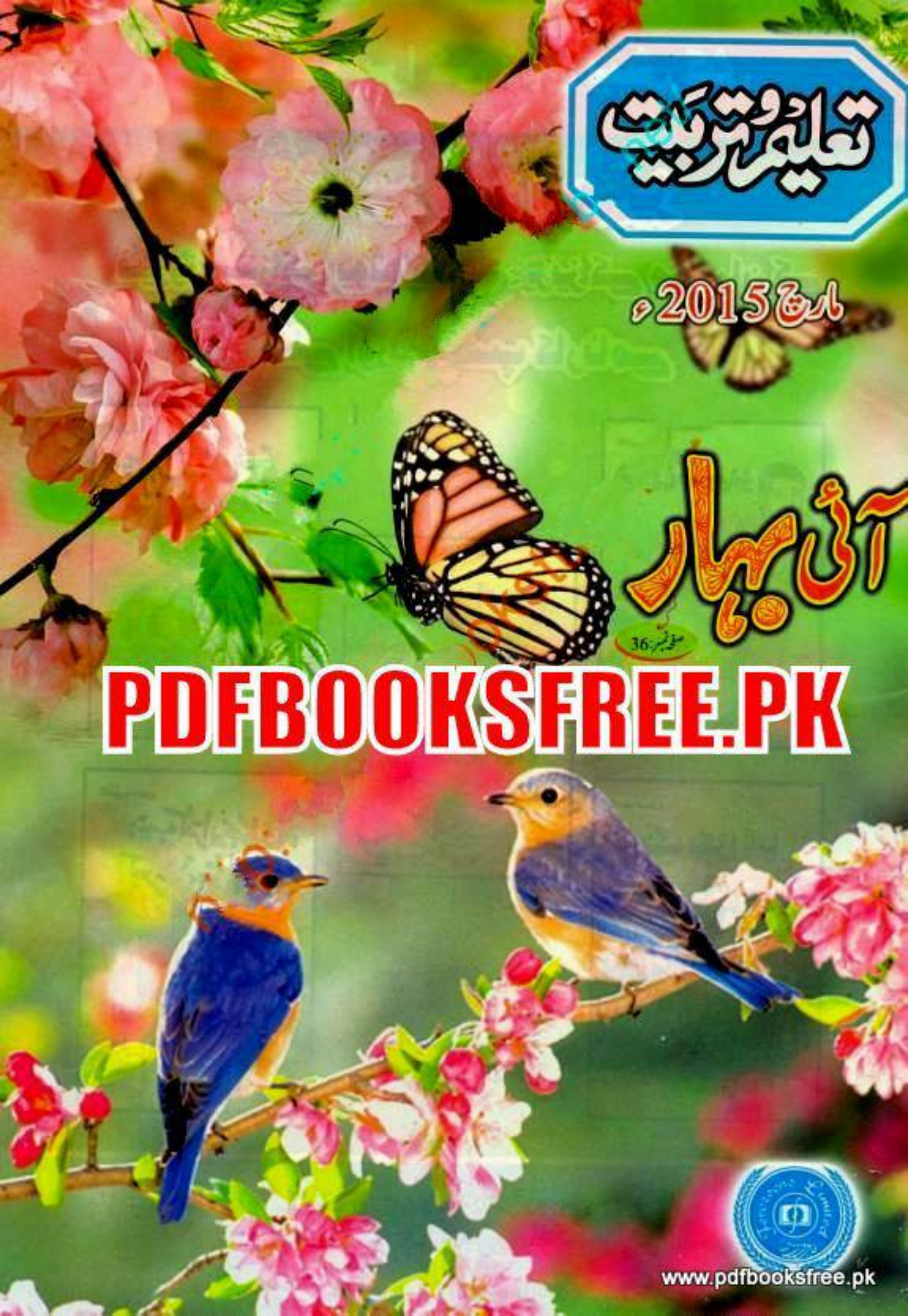

www.pdfbooksfree.pk

بنت سمیرا کی نئی پیش کش

کشمیر مدد سیریز

فیروز سنز کی یوتھ کلب سیریز کے ممبران کے

نئے اور دلچسپ کارنامے

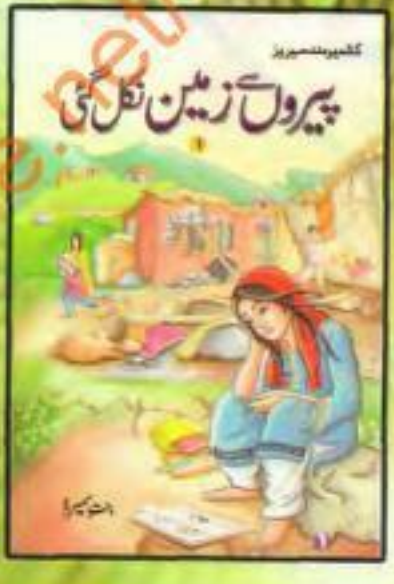

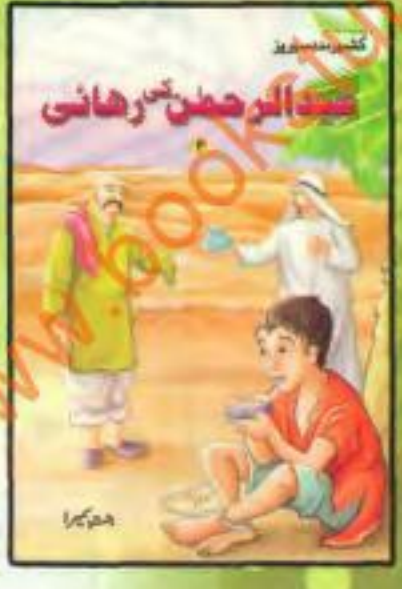

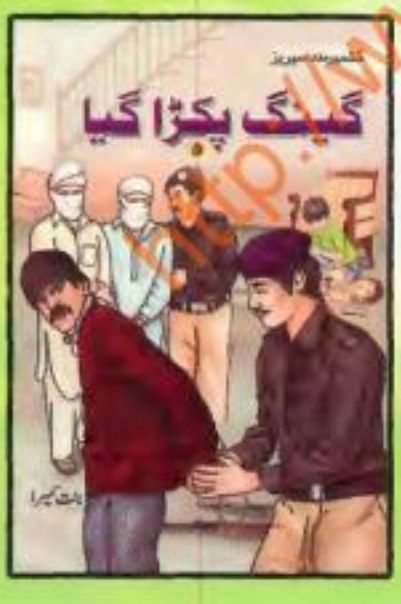

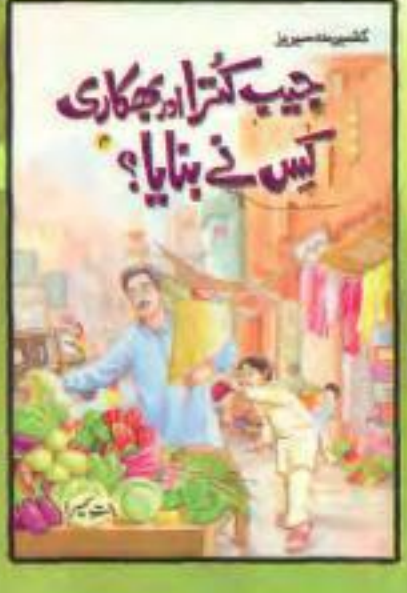

فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی

ہدایات برائے آرڈرز

پنجاب: 60۔ شاہراہ قائداعظمؒ، لاہور۔ 042-111-626262

سندھ اور بلوچستان: پہلی منزل، مہران ہائیٹس، مین کلفٹن روڈ، کراچی۔ 021-35867239-35830467

خیبر پختونخواہ، اسلام آباد، آزاد کشمیر اور قبائلی علاقے: 277۔ پشاور روڈ، راول پنڈی۔ 051-5124970-5124879

www.pdfbooksfree.pk

ہونہار مصور

لائبریری

تصاویر صرف افقی رخ میں ہی بنائیں۔

سیدہ تحریم مختار، لاہور (پہلا انعام 195 روپے کی کتب)

جزا فاطمہ عرفان، لاہور (دوسرا انعام :175 روپے کی کتب)

عروبہ زمان، چکوال (تیسرا انعام :125 روپے کی کتب)

ارم گل، گوجرانوالہ (چوتھا انعام :115 روپے کی کتب)

سبیح اللہ، گوجرانوالہ (پانچواں انعام :95 روپے کی کتب)

کچھ اچھے مصوروں کے نام بہ ذریعہ قرعہ اندازی: جویریہ یونس، لاہور۔ صفی اللہ مغل، راول پنڈی۔ ماہ نور، اسلام آباد۔ مریم اعجاز، لاہور۔ مریم خان، جھنگ صدر۔ لقمان بٹ، گوجرانوالہ۔ عروبہ خان، شرقپور۔ محمد عثمان علی، بہاول پور۔ ماہ نور طارق، راول پنڈی۔ عائشہ اشفاق، منڈی بہاؤالدین۔ نما خان، پشاور۔ ماہ نور فاطمہ، سارہ کوثر، راول پنڈی۔ سرفراز ہنظر، کوہاٹ۔ محمد داؤد ماسوہ۔ آصف علی، لاہور۔ مستان علی، لاہور۔ سید تجور علی، جھنگ صدر۔ ثمرہ غفار، رحیم یار خان۔ زونیرہ جاوید بٹ، گوجرانوالہ۔ تحریم اعظم خان، سرگودھا۔ طیبہ نور، کراچی۔ فرحا عبدالرحمن، لاہور۔ محمد سعد ذیشان، لاہور۔ صبا شوکت، گوجرانوالہ کینٹ۔ محمد شاہد، جویریہ راول پنڈی۔ عائشہ مجید، لاہور کینٹ۔ مدیحہ شہزادی، ہری پور۔ عیشہ احسان، شہزادی، گجرات۔ ثمینہ ارم، پشاور۔ تسنیم ناصر، سیال کوٹ۔ عمران اصغر، بہاول پور۔ آمنہ کنیز، گوجرانوالہ۔ فرناز بانو، اسلام آباد۔ عالیہ ناز، خوشاب۔ جاوید اختر، اوکاڑہ۔ انور کامران، ملتان۔

ہدایات: تصویر 6 انچ چوڑی، 9 انچ لمبی اور رنگین ہو۔ تصویر کی پشت پر مصور اپنا نام، عمر، کلاس اور پورا پتا لکھے اور سکول کے پرنسپل یا ہیڈ مسٹریس سے تصدیق کروائے کہ تصویر اسی نے بنائی ہے۔

مارچ کا موضوع
موسم بہار
آخری تاریخ 8 مارچ

اپریل کا موضوع
میلہ چراغاں
آخری تاریخ 8 اپریل

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

74 واں سال گیارہواں شمارہ

تعلیم و تربیت

پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا

بچوں کا مقبول رسالہ

مارچ 2015ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

کسی جنگل میں ایک طوطا اور بیا کا گزر ایک ویرانے سے ہوا۔ وہ کچھ دیر سستانے کے لیے ایک ٹنڈ منڈ درخت پر بیٹھ گئے۔ طوطے نے بیا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: ''اس علاقے کی ویرانی دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اُلّوؤں نے بسیرا کیا ہوگا۔'' اتفاق سے برابر والی شاخ پر ایک اُلّو بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے یہ بات سنی تو وہ اُڑ کر ان کے برابر میں آ کر بیٹھ گیا۔ سلام دعا اور حال چال پوچھنے کے بعد اس نے طوطے اور بیا سے کہا: ''آپ میرے علاقے میں تشریف لائے ہیں، مجھے خوشی ہوگی، اگر آپ آج رات کا کھانا میرے غریب خانے پر تناول فرمائیں۔ میرے لیے یہ فخر اور اعزاز کی بات ہوگی۔'' اس جوڑے نے اُلّو کی دعوت قبول کر لی۔ انہوں نے اُلّو کے ہاں رات کا کھانا کھایا اور رات کو آرام کرنے کے بعد جب وہ صبح واپس نکلنے لگے تو اُلّو نے بیا کا ہاتھ پکڑ لیا اور طوطے سے کہا: ''اسے کہاں لے کر جا رہے ہو؟ یہ میری بیوی ہے۔'' طوطا اُلّو کی یہ بات سن کر حیران و پریشان ہو گیا اور بولا: ''یہ تمہاری بیوی کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ بیا ہے اور تم اُلّو ہو۔ تم زیادتی کر رہے ہو۔'' اس پر اُلّو نے نہایت اطمینان سے کچھ سوچا اور تھوڑی دیر بعد ٹھنڈے لہجے میں طوطے سے بولا: ''ہمیں لڑنے جھگڑنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ دن چڑھ گیا ہے اور عدالتیں کھل گئی ہوں گی۔ ہم وہاں چلتے ہیں، وہ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔'' دل نہ چاہتے ہوئے بھی طوطے کو مجبوراً اس کے ساتھ جانا پڑا۔ جج نے بڑی تفصیل سے دونوں طرف کے دلائل سنے اور آخر میں اپنا فیصلہ دیا کہ بیا طوطے کی نہیں اُلّو کی بیوی ہے۔ جج کا فیصلہ سن کر طوطا روتا ہوا ایک طرف کو چل دیا اور اپنے گھر کی راہ لی۔ ابھی وہ تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ پیچھے سے اُلّو نے اسے آواز دی: ''طوطے بھائی! اکیلے کہاں جا رہے ہو، اپنی بیوی کو تو ساتھ لیتے جاؤ۔'' طوطے نے روتے ہوئے اُلّو کو جواب دیا: ''یہ میری بیوی کہاں ہے، عدالت کے فیصلے کے مطابق اب یہ تمہاری بیوی ہے۔'' اس بات پر اُلّو نے شفقت اور پیار سے طوطے کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا: ''یہ میری نہیں، آپ ہی کی بیوی ہے۔ میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بستیاں اُلّوؤں کی وجہ سے ویران نہیں ہوتیں بلکہ اس وقت ویران ہوتی ہیں جب وہاں سے انصاف اُٹھ جاتا ہے۔''

پیارے بچو! مندرجہ بالا مثال اس بات کی متقاضی ہے کہ ہمیں عدل و انصاف سے کام لینا چاہیے، بصورتِ دیگر اس کے نتائج بہت بھیانک اور خطرناک ہوتے ہیں۔ جہاں معاشرے میں سماجی و معاشی ناانصافی اور ناہمواری ہوگی، وہاں قومیں ترقی نہیں کر پاتیں اور قوموں کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور ملک و قوم تباہ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں محض اُلّوؤں کو مورد الزام نہیں ٹھہرانا چاہیے۔

مارچ پاکستان کی تاریخ کا بڑا اہم مہینہ ہے۔ 23 مارچ 1940ء کو لاہور کے تاریخی منٹو پارک (اقبال پارک) میں ایک بڑا عظیم الشان تاریخی جلسہ قائداعظم کی زیرِ صدارت منعقد ہوا تھا جس میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا گیا تھا اور بالآخر مسلمانوں کی عظیم قربانیوں کے نتیجے میں ہمارا پیارا وطن پاکستان ایک آزاد اسلامی مملکت کی حیثیت سے دُنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین!

اسی مہینے موسمِ بہار کی آمد آمد ہے۔ اس مہینے سردی سے ٹھٹھرے ہوئے پودے اور درخت ہرے بھرے ہو جاتے ہیں اور مُحل جیسے سبزے اور خوش رنگ پھولوں سے بھر جاتے ہیں۔ آج کل ورلڈ کرکٹ کپ کے مقابلے بھی زور و شور سے جاری ہیں، آپ عالمی کرکٹ کپ کے مقابلے سے بھی لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ اس مہینے آپ کے امتحان بھی ہوتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ نے خوب دل لگا کر محنت کی ہوگی اور ان شاء اللہ اچھے نمبروں سے کام یاب ہوں گے۔ ہمیں آپ کی کام یابی کی آپ کے مزید دلکش خطوط سے بھی خوشی ہوگی۔

ہمیشہ اپنا آج گزرے ہوئے کل سے بہتر بنانے کی کوشش کریں، شکریہ!

فی امان اللہ!

(ایڈیٹر)

ایڈیٹر، پبلشر
ظہیر سلام

اسسٹنٹ ایڈیٹر
عابدہ اصغر

سرکولیشن اسسٹنٹ
محمد بشیر راہی

اس شمارے میں

اداریہ	ایڈیٹر	1
حمد و نعت	نادر رشتی	2
درسِ قرآن و حدیث	محمد طیب الیاس	3
بیابانوں کا سفر	نگہت نسرین سبزواری	4
صبح کا بھولا	محمد فاروق واثق	6
پیارے اللہ کے ...	راشد علی نواب شاہی	11
قومی تاریخ کا ایک ...	شیخ عبدالحمید عابد	13
دماغ کا دارو	ادارہ	16
کھانے کے آداب آگہی		17
اوپل خانے		18
شہد، سدا بہار نعمت	مفتی محمد معاویہ	19
معلوماتِ عامہ		22
عظیم عظیم	نغمے نقاری	23
میری زندگی کے مقاصد	پُرعزم قارئین	25
میری پاس سے	پسندیدہ اشعار	26
آپ مسکرائیے	یاوری قارئین	27
بچوں کا انسائیکلوپیڈیا	ڈاکٹر طارق ریاض	28
پریشر ککر کیسے کام ...		30
چٹکلے، لطیفے و روداد ...		31
خاموش کہانی	زبیدہ سلطانہ	32
ڈائنٹ کارنر		33
بوجھو تو جانیں	ننھے قارئین	34
کھیل دل محنت کا		35
موسم بہار (نظم)	رفیق احمد خاں	36
کھٹ کھٹا کر دروازہ ...	شیخ محمد عرشی	37
کھوج لگائیے	ننھے کھوجی	39
صندوق کے پیچھے	احمد عدنان طارق	40
زندہ مردہ (سندھ)	کاشف نیازی	43
آپ بھی لکھیے	ننھے ادیب	47
اخلاق میں برکت ہے	فوزیہ اسلام صدیقی	51
قاضی کی ذہانت	ام عادل	53
ایڈیٹر کی ڈاک		55
مالک	علی اکمل تصور	57
مستقبل حسین تارڑ	غلام حسین حسین	60
کوہ پیمائی	نسرین شاہین	62
پہلوان		64

اور بہت سے دل چسپ تراشے اور سلسلے

سرورق: موسم بہار

سالانہ خریدار بننے کے لیے سال بھر کے شمارہ کی قیمت پیشگی بک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں سرکولیشن منیجر: ماہنامہ "تعلیم و تربیت" 32۔ ایبٹ روڈ، لاہور کے پتے پر ارسال فرمائیں۔

فون: 36361309-36361310 فیکس: 36278816

پاکستان میں (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک) = 850 روپے۔
مشرقِ وسطیٰ (ہوائی ڈاک سے) = 2400 روپے۔

ایشیا، افریکا، یورپ (ہوائی ڈاک سے) = 2400 روپے۔
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا، مشرقِ بعید (ہوائی ڈاک سے) = 2800 روپے۔

پرنٹر: ظہیر سلام
مطبوعہ: فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور۔
سرکولیشن اور اوورسیز: 60 شاہراہ قائداعظم، لاہور۔

خط و کتابت کا پتا
ماہنامہ تعلیم و تربیت 32۔ ایبٹ روڈ، لاہور۔
UAN: 042-111 62 62 62 Fax: 042-36278816
E-mail:tot.tarbiatfs@gmail.com
tot tarbiatfs@live.com

قیمت فی پرچہ 30 روپے

http://www.urdutube.net
http://www.bookstube.net
www.pdfbooksfree.pk

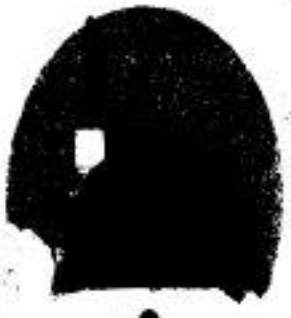

مرے احوال پر اللہ کا احسان کتنا ہے
جدھر دیکھوں میں، اس کا لطف اور فیضان کتنا ہے

الٰہی! کون سے لمحے میں تُو رحمت نہیں کرتا
ترے الطاف کا دریا رواں ہر آن کتنا ہے

خدا کا شکر جو واجب ہے، ہم وہ بھی نہیں کرتے
حقیقت میں یہ غافل آدمی انجان کتنا ہے

جو دل ذکرِ خدا سے ہر گھڑی محروم رہتا ہو
وہ بے آباد دل ویران اور سنسان کتنا ہے

خدایا! یہ زمین و آسماں تُو نے بنائے ہیں
ترا ہر کام ہر صورت میں عالی شان کتنا ہے

زمانے کے مصائب خواہ کتنے بھی زیادہ ہوں
خدا کا ذکر دل کو وجۂ اطمینان کتنا ہے

خدائے مہرباں کو چھوڑ کر جو دَر بدر بھٹکے
اگر سوچیں تو بزمیؔ! وہ بشر نادان کتنا ہے

کوئی بشر حضورؐ کی تعریف کیا کرے
انساں، خدا کے نور کی تعریف کیا کرے

جو شخص ہو بہارِ مدینہ سے فیض یاب
جنت کے قصر و حور کی تعریف کیا کرے

جنت ہے دُور اور مدینہ قریب ہے
پھر کوئی شخص دُور کی تعریف کیا کرے

اب حق کے سارے جلوے ہیں فاران کی طرف
اب کوئی شخص طور کی تعریف کیا کرے

جب رہبری کے واسطے قرآن آ گیا
اب کوئی بھی زبور کی تعریف کیا کرے

بوجہل و بولہب کو جو برباد کر گیا
کوئی بھی اس شعور کی تعریف کیا کرے

بزمیؔ! وہ جن کا آپ خدا مدح خوان ہے
انساں، آنحضورؐ کی تعریف کیا کرے

خالد بزمی

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/

www.pdfbooksfree.pk

محمد طیب الیاس

وعدہ پورا کرنا

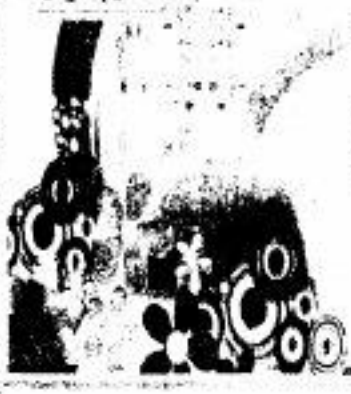

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے:

''بے شک وہ وعدے کے سچے تھے۔'' (مریم:54)

یوں تو سارے انبیاء کرام علیہم السلام ہی وعدے کے سچے ہوتے ہیں لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے خاص طور پر یہ صفت اس لیے بیان فرمائی گئی ہے کہ جب انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ وہ انہیں صبر کرنے والا پائیں گے۔ موت کو سامنے دیکھ کر بھی انہیں اپنا یہ وعدہ یاد رہا۔ اس کے علاوہ بھی وعدے کی پابندی کے بارے میں ان کے کئی واقعات منقول ہیں۔

جس طرح ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور راست بازی ہر ایک کے نزدیک مسلم تھی، اسی طرح ہر دوست و دشمن بھی آپ کے وعدے کی پاسداری کا معترف تھا۔ نبوت کے بلند منصب پر فائز ہونے سے پہلے بھی آپ نے مکمل دیانت داری کا ثبوت دیا اور اپنے وعدوں کو بخوبی پورا کیا۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی بنائے جانے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز خریدی۔ اس کی کچھ رقم باقی رہ گئی تھی۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں وہ رقم لے کر فلاں جگہ آ جاؤں گا، پھر میں بھول گیا۔ تین دن بعد مجھے یاد آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ تھے جو رقم دینے کے لیے متعین کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے مجھے بہت پریشانی میں ڈال دیا، میں تین دن سے اس جگہ تمہارے انتظار میں ہوں۔ (ابوداؤد، کتاب الادب:4996)

پیارے بچو! تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے وعدوں کی پاسداری کا اہتمام کیا ہے اور اپنی اپنی اُمتوں کو بھی عہد کی پاسداری کا سبق سکھایا ہے۔ قرآن پاک کی متعدد سورتوں میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سورۂ مومنون کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے دُنیا و آخرت میں فلاح پانے والے اہلِ ایمان کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ ''اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔'' (المومنون:8)

آج کل یہ رواج ہوتا جا رہا ہے کہ ہم زبان سے بہت جلد وعدہ کر لیتے ہیں لیکن پھر کیا ہوا وعدہ بھول جاتے ہیں اور عہد کی پاسداری کی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ میری اخلاقی کمزوری ہے کہ میں وعدہ پورا نہ کر سکوں گا تو بہتر ہے کہ آپ کسی سے بھی قسم کا کوئی وعدہ نہ کریں تاکہ وعدہ خلافی کا گناہ نہ آئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور کسی سے (ایسا) مزاح نہ کرو (جو دوسرے کے رنج و تکلیف کا باعث ہو) اور کسی سے ایسا وعدہ نہ کرو جو بعد میں پورا نہ کر سکو۔'' (ترمذی، ابواب البر والصلۃ:1995)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعہدی سے سخت نفرت تھی۔ وعدہ خلافی کو آپ نے منافقوں کی علامت قرار دیا۔ منافق لوگ وعدہ کرتے تھے اور پھر وعدہ خلافی کرتے تھے۔ وہ اظہار محسوس نہ کرتے تھے جب کہ ایک مومن تو بات کا کھرا، زبان کا سچا اور وعدے کا پکا ہوتا ہے۔ وہ آخرت پر یقین رکھنے والا ہوتا ہے، وہ رب تعالیٰ کے حضور پیشی کو سچ جانتا ہے اور یہ فکر دامن گیر رکھتا ہے کہ میں نے اس وعدہ کا بھی حساب دینا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''یقین جانو کہ عہد کے بارے میں (تمہاری) باز پرس ہونے والی ہے۔''

(سورۂ بنی اسرائیل:34)

پیارے بچو! جب وعدہ کی باز پرس ہونا یقینی ہے تو پھر کیوں نہ اس کا خیال رکھا جائے اور وعدہ خلافی کے عظیم گناہ سے بچا جائے؟

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

صبح کا وقت تھا۔ ابھی سورج نہیں نکلا تھا۔ نیلے آسمان پر کہیں کہیں سفید بادل سمندر میں بادبانوں کی طرح لگ رہے تھے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ننھی ابابیل جسے اس کے امی اور بابا پیار سے ابی کہتے تھے، گھونسلے میں اکیلی تھی۔ اسے انڈے میں سے نکلے ہوئے چند ہفتے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ تین بہن بھائی اور بھی تھے جنہیں چیل کوے کھا گئے تھے۔ بس اکیلی ابی ہی بچی تھی، اس لیے وہ اپنے امی اور بابا کی اور بھی زیادہ لاڈلی ہوگئی تھی۔ آج کل اس کے والدین اسے اُڑنا سکھا رہے تھے مگر اسے ابھی اچھی طرح اُڑنا نہیں آیا تھا۔ اب سورج نکل آیا تھا اور ہوا میں خنکی کم ہو گئی تھی۔ ننھی ابابیل کو بھوک لگ رہی تھی، وہ بے چینی سے اپنی امی کا انتظار کر رہی تھی کہ وہ اس کے لیے دانہ دُنکا لے کر آئیں لیکن ابھی اس کے امی بابا میں سے کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ ابی انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ اس نے انگڑائی لینے کے لیے پَر پھیلائے تو اسے محسوس ہوا کہ وہ اُڑ سکتی ہے۔ اسے ویسے بھی بہت شوق تھا کہ وہ کھلی فضا میں نکلے اور دوسری ابابیلوں کی طرح آسمان میں اُڑتی پھرے لیکن اسے ابھی ٹھیک سے اُڑنا نہیں آتا تھا اور امی کی سختی سے ہدایت تھی کہ ان کی غیر موجودگی میں گھونسلے سے باہر نہ نکلے، ایسا نہ ہو کہ وہ بھی اپنے بہن بھائیوں کی طرح کسی شکاری یا کسی شکاری پرندے کا نشانہ بن جائے۔ ابی بہت بے چین تھی۔

ایک تو اسے بہت زوروں کی بھوک لگ رہی تھی اور باہر کا موسم بھی بہت خوش گوار تھا۔ اس کا گھونسلے سے باہر نکلنے کو جی چاہ رہا تھا۔ دوسری ابابیلوں اور چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ تنہا گھونسلے میں بہت گھبرا گئی تھی۔ آخر اس نے ہمت کر کے ایک زقند بھری۔ دوسرے ہی لمحے وہ گھونسلے سے باہر تھی۔ اس نے درخت کی ایک شاخ پر مضبوطی سے اپنے پنجے جمائے اور موسم کا مزہ لینے لگی۔ اب دوپہر ہونے والی تھی۔ اس کے امی اور بابا ابھی تک نہیں آئے تھے۔ ابی کا بھوک سے بُرا حال تھا اسے کچھ کھائے کئی گھنٹے ہو گئے تھے۔ وہ اتنی چھوٹی تھی کہ اتنی دیر بھوک برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اب اسے اپنے اردگرد کے ماحول میں کوئی دل کشی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ زیادہ دیر شاخ پر پنجے جما کر نہیں رہ سکے گی۔ اس نے بے بسی سے چاروں طرف دیکھا۔ آس پاس کوئی پرندہ بھی نہیں تھا۔ دوسرے گھونسلوں میں جو بچے تھے وہ یا تو اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ اپنے والدین کے ساتھ باہر جا سکیں اور جو ابی کی طرح چھوٹے تھے، انہیں ان کی مائیں دو تین مرتبہ آ کر کھلا پلا دیا کرتی تھیں۔ اس کا دل بھوک اور فکر سے بیٹھنے لگا۔ اچانک اسے بڑے زور کا چکر آیا۔ وہ شاخ پر اپنی گرفت قائم نہ رکھ سکی اور شاخ پر سے پھسلتی ہوئی زمین پر آ گری۔ اس کی ٹانگ میں بہت زور سے چوٹ لگی تھی۔ وہ اُڑنے لگی۔ روتے

www.pdfbooksfree.pk

روتے تھک گئی تو اسے نقاہت کی وجہ سے نیند آ گئی یا شاید وہ بے ہوش ہو گئی تھی، کافی دیر بعد اسے ہوش آیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ پرندے اپنے آشیانوں کی طرف لوٹ آئے تھے اور شاخوں پر خوشی میں پھدک رہے تھے اور چہک رہے تھے۔ ابی نے حسرت سے انہیں دیکھا۔ سب ابابیل بچوں کی مائیں اپنی چونچوں سے اپنے بچوں کو دانہ کھلا رہی تھیں لیکن اس کے امی اور بابا ابھی تک نہیں آئے تھے۔ سب ابابیلیں اور پرندے خوش تھے۔ پرندوں کو ہر وقت شکاری پرندوں اور دوسرے شکاریوں کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ ان کے لیے شام کو گھر واپس آ جانا بہت مسرت اور اطمینان کا باعث ہوتا ہے۔ ان کے بچے بھی اپنے ماں باپ کو اپنے پاس پا کر بہت مسرور تھے لیکن ابی بے حد اُداس اور ملول تھی۔ وہ گھونسلے سے نیچے گری پڑی تھی۔ اس کی ٹانگ بھی زخمی تھی۔ اس کے امی اور بابا ابھی تک نہیں آئے تھے۔ اب تو اندھیرا چھانے لگا تھا۔ پرندے شاخوں سے اُڑ کر اپنے اپنے گھونسلوں میں چلے گئے تھے اور اب آرام کر رہے تھے۔ ہر طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ دُور سے کبھی کبھی جنگلی جانور کی آواز آ جاتی تھی جو ماحول کو اور زیادہ خوف ناک بنا دیتی تھی۔ ننھی ابی کا دل شاخ سے ٹوٹے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ ٹانگ میں درد، اکیلے پن کا احساس، بھوک کی تکلیف اور امی بابا کے ابھی تک نہ آنے کی پریشانی۔ وہ یہ سب زیادہ دیر برداشت نہ کر سکی اور زور زور سے رونے لگی۔ اس کی آواز سن کر ایک گھونسلے میں سے ایک ابابیل نے باہر جھانکا۔ اب چاند نکل آیا تھا اور اس کی دودھیا چاندنی ہر طرف پھیل گئی تھی۔ اسی روشنی میں اس نے دیکھا کہ ابی زمین پر پڑی رو رہی ہے۔ پرندوں اور خاص طور سے ابابیلوں کو اپنے ساتھیوں سے بہت پیار ہوتا ہے اور وہ دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ ابابیل فوراً ابی کے پاس پہنچی۔

''ارے ابی! تم یہاں کیسے پہنچیں اور یہاں اکیلی پڑی کیا کر رہی ہو، تمہاری امی اور بابا کہاں ہیں؟'' ابی نے رو رو کر سارا ماجرہ بیان کیا۔ ابابیل بھی پریشان ہو گئی۔ اسے خدشہ تھا کہ ان کو کسی شکاری نے تو نہیں پکڑ لیا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ زندہ ہوتے اور آزاد ہوتے اور اپنی ابی کے پاس نہ آتے جب کہ وہ صبح سے بھوکی تھی مگر اس نے ابی پر اپنی پریشانی ظاہر نہ کی کہ وہ مزید خوف زدہ نہ ہو جائے۔ اس نے ابی کو نرمی سے اپنے پنجوں میں تھاما اور اپنے گھونسلے میں لے آئی۔ جو تھوڑا بہت دانہ دنکا بچا تھا، وہ ابی کو اپنی چونچ سے کھلایا۔ اسے پَروں کے آرام دہ بستر پر لٹایا اور اس کی دل جوئی کرنے لگی کہ اس کے ماں باپ صبح تک آ جائیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ خوراک کی تلاش میں زیادہ دُور نکل گئے ہوں اور اتنی رات کو ان کے لیے واپس آنا ممکن نہ ہو۔ ابابیل کے چاروں بچے بھی ابی کا دل بہلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ابی سارا دن کی بھوکی تھی اور تھکی ہوئی بھی تھی۔ جب اسے پیٹ بھر کے کھانے کو ملا اور آرام دہ بستر بھی ملا۔ پھر اسے یہ تسلی بھی تھی کہ اس کی خالہ ابابیل جھوٹ نہیں بول سکتی، اس کے امی اور بابا صبح تک ضرور آ جائیں گے تو تھوڑی دیر بعد وہ سکون سے گہری نیند سو گئی مگر اس کی خالہ ابابیل دیر تک جاگتی رہی اور دعائیں کرتی رہی کہ ابی کے والدین واپس آ جائیں۔ کئی دن گزر گئے مگر ابی کے ماں باپ واپس نہ آئے۔ پہلے تو وہ بہت روئی، تڑپی اور بہت دن اداس رہی مگر آہستہ آہستہ بہل گئی۔ اس کی خالہ، خالو اور بچے اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ دوسری ابابیلیں بھی اسے بہت پیار کرتی تھیں۔ اس کی خالہ اور خالو آج کل اسے اُڑنا سکھا رہے تھے کیوں کہ ایک ابابیل کے لیے اُڑنا بہت ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ خوراک تلاش کر سکتی ہے اور نہ دشمنوں سے اپنی حفاظت کر سکتی ہے۔

پھر موسم بدلا، خوش گوار ہوائیں ٹھنڈی ہواؤں میں تبدیل ہونے لگیں۔ درختوں کے پتے زرد ہو کر جھڑنے لگے۔ خشک پتے ہواؤں کے دوش پر اُڑتے پھرتے اور ماحول کو اور بھی زیادہ سوگوار بنا دیتے۔ ایک صبح ہواؤں نے ابابیلوں کو خبردار کر دیا کہ ان کی ہجرت کا وقت آ گیا ہے۔ بہت سے دوسرے پرندوں کی طرح ابابیلیں بھی ہجرت کرتی ہیں۔ سردیوں میں بہت زیادہ سرد علاقوں سے کم ٹھنڈے علاقوں کی طرف پرواز کر جاتی ہیں اور پھر سردیوں کے بعد دوبارہ اپنے علاقوں کی سمت واپس آ جاتی ہیں۔

آخر کار ان کی پرواز کا دن آ گیا۔ ابی کے والدین کی واپسی کی اب کوئی امید نہیں رہی تھی۔ تمام مادہ اور نر ابابیل اسے یقین دلاتے تھے کہ وہ اس کے ماں باپ ہیں اور وہ انہیں اپنے بچوں کی طرح عزیز ہے۔ سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ابابیلوں نے اپنی ہجرت کا آغاز کر دیا۔ شروع میں تو وہ سب چاق و چوبند اور تروتازہ تھے اور انہوں نے دوپہر تک کافی فاصلہ طے کر لیا۔ جب ان کی رفتار میں کمی آنے لگی تو ان کے لیڈر نے انہیں خبردار کیا کہ اگر انہوں نے سستی کا مظاہرہ کیا تو برف باری انہیں آ لے گی اور وہ سب ٹھٹھر کر مر جائیں گے۔ ابابیلوں نے اپنی پرواز تیز کر دی۔ ابی اب بڑی ہو چکی تھی لیکن وہ ابھی اتنی بڑی بھی نہیں تھی کہ دوسری

www.pdfbooksfree.pk

ابابیلوں کا مقابلہ کر سکے۔ وہ سب سے پیچھے رہ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ دوسری ابابیلوں کو اس کے پیچھے رہ جانے کا احساس ہوتا۔ اس پر ایک بڑے سے عقاب نے حملہ کر دیا۔ ابی پھرتی سے ایک طرف ہو گئی۔ اس نے عقاب سے تو اپنے آپ کو بچا لیا مگر اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی کیوں کہ وہ جسمانی طور پر کمزور تھی اور اس کی ٹانگ میں ہلکا سا خلل رہ گیا تھا۔ وہ آسمان سے نیچے اور ایک اونچے درخت کی آغوش میں آ گئی لیکن فوراً ہی شاخوں پر سے پھسلی اور زمین پر آ گری۔

عالی کو یوں تو سارے ہی موسم پسند تھے لیکن اسے آتی سردیوں کا بہت شدت سے انتظار رہتا تھا۔ جب ابابیلوں کے غول کے غول اس کے خوب صورت بنگلے پر سے گزرتے تھے۔ عالی انہیں دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجانے لگتی۔ وہ بھی جیسے اسے دیکھ کر خوش ہو جاتے اور کبھی لان کے اونچے درختوں پر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر بھی جاتے۔ عالی شام کے وقت سرخ و سپید اور سرخ ارکارف میں لان میں کھڑی سورج ڈوبنے کا خوب صورت منظر دیکھ رہی تھی۔ اچانک اس نے دیکھا کہ چنار کے درخت پر کوئی چیز گری اور پھر شاخوں پر سے ہوتی ہوئی زمین پر آ گری۔ عالی نے پاس جا کر دیکھا تو وہ ایک چھوٹی سی خوب صورت سی ابابیل تھی جو اڑتی ہوئی چوٹ لگنے کی وجہ سے بے ہوش سی ہو گئی تھی۔ عالی نے اسے بڑے پیار سے اٹھایا اور لا کر ہیٹر کے پاس رکھ دیا۔ اس کا ایک پر زخمی تھا۔ اسے ذرا ہوش آیا تو عالی نے اسے باجرے کے چند دانے کھلائے۔ پھر ایک خوب صورت سی ٹوکری میں اس کے لیے روئی کا بستر بچھایا اور اس کے زخم پر مرہم لگایا۔ تھوڑی دیر بعد ابی سو گئی۔ صبح وہ اٹھی تو کافی بہتر تھی۔ عالی اسے اپنی گود میں بٹھا کر باجرے کے دانے ہتھیلی پر رکھ کر کھلا رہی تھی کہ ابابیلوں کے چہچہانے کی آوازیں آئیں۔ عالی ابی کو لے کر باہر آ گئی اور باہر کا منظر دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجانے لگی۔ درختوں کی شاخوں پر بہت سی ابابیلیں بیٹھی چہک رہی تھیں۔ عالی کو دیکھ کر اور اس کی گود میں ابی کو دیکھ کر وہ سب اور بھی خوش ہو گئیں۔ ان میں سے چند اڑ کر نیچے آ گئیں۔ ابابیلوں کو شاید معلوم تھا کہ عالی جیسی پیاری اور معصوم سی بچی انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ وہ اکثر آسمان میں اڑتے اڑتے تھک کر عالی کے لان کے درختوں پر بیٹھ جایا کرتی تھیں۔ عالی ان کے لیے زمین پر باجرے کے دانے بکھیر دیتی تھی اور وہ بے خوف ہو کر نیچے آ جاتی تھیں اور باجرہ کھانے لگتی تھیں اور آج تو عالی کی آغوش میں ان کی لاڈلی ابی بھی تھی۔ ابی اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھی۔ اس نے بھی چہک کر اپنی مسرت کا اظہار کیا۔ ابابیلیں درختوں سے اتر کر نیچے آ گئیں اور باجرہ چگنے لگیں۔ جب ان کا پیٹ بھر گیا تو انہوں نے اجازت طلب نظروں سے عالی کی طرف دیکھا۔ عالی سمجھ گئی کہ وہ اب جانا چاہتی ہیں اور ساتھ میں ابی کو بھی لے جانا چاہتی ہیں۔ ابی کی جدائی کے خیال سے عالی کا دل افسردہ ہو گیا لیکن وہ جانتی تھی کہ ابابیلیں ایک ساتھ رہنا پسند کرتی ہیں اور ابی بھی اپنے ساتھیوں کے بغیر نہیں رہ سکے گی۔ اس نے آخری بار ابی کے نرم پروں کو پیار کیا اور اسے زمین پر اتار دیا۔ وہ اب ٹھیک ہو چکی تھی۔ اس نے الوداعی نظروں سے عالی کی طرف دیکھا اور پھر سے اڑ گئی اور اپنے ساتھیوں سے جا ملی۔ تمام ابابیلوں نے فضا میں چکر لگائے۔ عالی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"پیاری ابابیلو! اگلی دفعہ بھی تم یہاں سے گزرو تو مجھے آواز ضرور دینا۔ مجھ سے ملے بغیر نہ جانا۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ اللہ حافظ!"

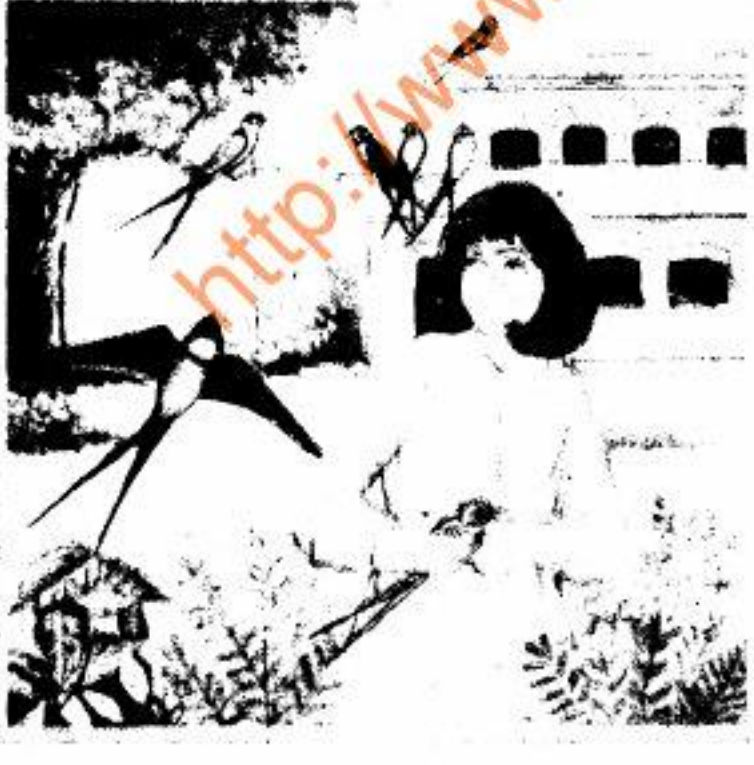

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/

www.pdfbooksfree.pk

ابابیلوں نے عالی پر آخری نظر ڈالی۔ فضا میں پَر پھڑپھڑائے اور پرواز کر گئیں۔ عالی دُور تک انہیں جاتا دیکھتی رہی اور پھر اداس دل کے ساتھ اندر آ گئی۔ عالی کو اس وجہ سے بھی ابابیلوں سے پیار تھا کہ اس نے اپنی دینیات کی کتاب میں پڑھا تھا کہ ابرہہ نامی بادشاہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا، اپنے غرور میں مکہ مکرمہ کو تباہ (نعوذ باللہ) کرنے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر لے کر آیا تو یہ ابابیلیں ہی تھیں جن کے غول کے غول اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی ننھی منی چونچوں میں کنکر لے کر آئے اور ابرہہ کے لشکر پر برسا دیئے اور اسے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ یوں اتنا بھاری لشکر ان ننھی ابابیلوں کے ہاتھوں نیست و نابود ہو گیا۔

بہار کا موسم آ گیا تھا۔ ہواؤں میں تازگی آ گئی تھی۔ درختوں کی شاخوں میں شگوفے کھلنے لگے تھے۔ موسمی پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ عالی کو یہ موسم بہت پسند تھا۔ اسی موسم میں گرم علاقوں سے واپسی کے دوران ابابیلیں اس کے گھر کے اوپر سے گزرتے ہوئے اکثر درختوں کی شاخوں پر تھوڑی دیر آرام کیا کرتی تھیں۔

ایک دن علی الصبح عالی فجر کی نماز پڑھ کر لان میں آئی تو اسے دُور سے ابابیلوں کے چہچہانے کی آوازیں آئیں۔ عالی نہال ہو گئی۔ ابابیلوں کا غول نزدیک آ گیا اور درختوں کی شاخوں پر بیٹھ گیا۔ عالی نے ان کی طرف دیکھا۔ اسے ابی کا انتظار تھا۔ اسی وقت ایک بہت خوب صورت سی ابابیل اُڑ کر اس کے پاس آ گئی۔ عالی اسے فوراً پہچان گئی۔ اس نے بے قرار ہو کر اسے اپنے ہاتھوں میں اُٹھا لیا۔ ابی اب اور بڑی ہو گئی تھی۔ اس کے پَروں کا رنگ اور بھی خوب صورت ہو گیا تھا۔ وہ صبح کی نرم دھوپ میں چمک رہے تھے اور ابی کی آنکھوں میں انوکھی سی چمک تھی۔ دوسری ابابیلیں نیچے اُتر کر باجرہ چگ رہی تھیں جو عالی نے انہیں دیکھتے ہی فرش پر بکھیر دیا تھا لیکن ابی اس کی گود میں بیٹھی، اس کی ہتھیلی پر سے دانے کھا رہی تھی۔ آخر کچھ دیر بعد ابابیلیں اُڑ کر دوبارہ درختوں پر جا بیٹھیں۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ اب جانے والی ہیں۔ عالی نے ابابیلوں کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کہا کہ وہ ابی کو اس کے پاس چھوڑ جائیں۔ وہ اس کا بہت خیال رکھے گی۔ وہ اس کے بغیر بہت اداس ہو جاتی ہے۔ ابی نے اسے بڑے پیار سے دیکھا مگر فوراً اُڑ کر دوسری ابابیلوں کے پاس جا بیٹھی۔ یہ عالی کی بات کا جواب تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ انہیں ایک ساتھ رہنے کی عادت تھی۔ وہ اکیلی عالی کے پاس کیسے رہ سکتی تھی۔ عالی اس کی بات سمجھ گئی تھی۔ عالی نے اسے ہاتھوں میں اُٹھا کر ایک بار پھر اس کے نرم اور چمکیلے پَروں کو چوما اور اسے ہوا میں اُچھال دیا۔ ابی کے آگے ہی ساری ابابیلوں نے پَر پھڑپھڑائے اور ہوا میں پرواز کرنے لگیں۔ جب تک ابابیلیں نظر آتی رہیں، عالی انہیں دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔

''اگر یہ ناسمجھ پرندے مل جل کر رہ سکتے ہیں تو ہم انسان ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔ ہم کیوں ایک دوسرے سے بے زار رہتے ہیں۔ نفرت کرتے ہیں۔ لڑتے رہتے ہیں۔''

عالی کے ذہن میں سوال اُبھرا۔ پھر اس نے اپنے آپ سے کہا۔ ''نہیں..... میں مایوس نہیں ہوں وہ وقت ضرور آئے گا جب ہم انسان بھی ابابیلوں کی طرح آپس میں پیار اور محبت سے رہیں گے اور یہ دُنیا ایک جنت بن جائے گی۔''

☆☆☆

سوسن، نیلے رنگ کا ایک پھول جس کی صدہا قسمیں ہیں۔ ان کے پودے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ پھول تقریباً ہر ملک میں پایا جاتا ہے۔ گرم اور گرم مرطوب آب و ہوا والے ملکوں میں کثرت سے ہوتا ہے۔ تصویر میں سیاہ چشم سوسن دکھایا گیا ہے۔ یہ شمالی امریکہ میں پایا جاتا ہے۔

نرگس

نرگس کا اصل وطن یورپ، مغربی ایشیا اور ایران ہیں۔ اس کا پودا 5 انچ سے 8 یا 9 انچ تک لمبا، گھاس کے پتوں سے مشابہ اور پھول عموماً سفید، زرد ہوتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں بہت معروف ہیں۔ ان میں نرگس شیراز، نرگس سہلا، شہلا اور نرگس مسکین ہیں۔ بعض نرگس موٹے اور خوب صورت پھول کے حامل ہوتے ہیں اور بعض چھوٹے اور خوش بو دار۔ پھول پنیری کی صورت میں بڑھتا ہے۔ خزاں میں پنیری بوئی جاتی ہے اور بہار کے موسم میں بھی بوتے ہیں۔ سیاہ کٹوری والا پھول نرگس شہلا کہلاتا ہے۔ فارسی اور اُردو کے شعراء نے محبوب کی مست آنکھوں کو اس پھول سے تشبیہ دی ہے یعنی بیمار نرگس۔

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

سندھ کی سرزمین پر ایک امیر کبیر شخص رہتا تھا۔ اس کے پاس بے شمار جائے دادیں، زمینیں اور بہت سا روپیا تھا۔ اس وجہ سے اس کی علاقے پر ایک طرح سے حکومت قائم تھی۔ لوگ اُسے نواب صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ نواب صاحب کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک کا نام روشن تھا جب کہ دوسری کا گلشن۔ نواب صاحب کو فکر تھی کہ اگر اس نے لڑکیوں کی شادی کر دی تو وارث پیدا ہوں گے تو اُس کی جائے داد میں بٹوارا ہو جائے گا اور دولت میں کمی ہونا شروع ہو جائے گی۔

ایک ملازم نے اس بات پر غور کرنے کے بعد بازار سے دو تربوز منگوائے۔ ایک بڑا اور دوسرا کچھ چھوٹا۔ پھر تھال میں رکھ کر نواب صاحب کی اوطاق میں تحفے کے طور پر بھجوا دیا۔ نواب صاحب نے یہ عجیب سا تحفہ دیکھ کر منشی سے پوچھا۔

"ارے منشی بابا! بتاؤ تو اس تحفے کے پیچھے کیا راز چھپا ہے؟"

منشی نے کچھ سوچ کر کہا۔ "سائیں! بڑا تربوز آپ کی بڑی بیٹی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور چھوٹا تربوز، آپ کی چھوٹی بیٹی کی طرف..... اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ بڑی کی شادی خانہ آبادی اب ہو جانی چاہیے۔"

نواب کو یہ بات اچھی نہ لگی اور وہ غصے سے آگ بگولہ ہو گیا اور منشی کو حکم دیا۔

"میرے سامنے کوئی ایسا شخص ڈھونڈ کر لایا جائے جو بہت ہی گندا اور بدصورت ہو۔"

منشی بھلا نواب صاحب کا حکم کیسے ٹالتا۔ اس نے تھوڑی سی تلاش کے بعد شہر میں ایک گنجا اور میلا کچیلا فقیر ڈھونڈ لیا جسے بہت سے بچے پاگل، پاگل کے نعرے لگا کر پتھر مار رہے تھے۔ اس گنجے فقیر کو نواب کے روبرو لایا گیا۔ جلد ہی اُسے تیار کرا کے اُس کا نکاح اس کی بڑی بیٹی گلشن سے کر دیا گیا۔

فقیر، گلشن کو لے کر اپنی بوڑھی ماں کے پاس گیا۔ وہ ایک خوب صورت لڑکی کو دیکھ کر حیران رہ گئی، اُس نے پوچھا۔

"یہ پرائی بیٹی کہاں سے لے آیا؟"

فقیر تو خاموش رہا مگر لڑکی نے جواب دیا۔

"یہ مجھے زبردستی نہیں لایا ماں! میرے باپ نے اپنی مرضی سے میری اس سے شادی کی ہے، اب میں آپ کی بہو ہوں۔"

لڑکی کے میٹھے بول سن کر بوڑھی ماں بہت خوش ہوئی اور پیار سے گلے لگا کر اپنے پاس بٹھایا۔ گھر میں کھانے پینے کو کچھ نہ تھا، اس لیے گلشن نے کچھ رقم اپنے شوہر کو دی کہ وہ ضروری چیزیں لے آئے۔

فقیر بہت خوش تھا کہ اس کی بیوی نے اس کی زندگی بدل دی۔

www.pdfbooksfree.pk

یہی سوچ کر وہ محنت پر آمادہ ہوا۔ جو کچھ کما لاتا، گلشن کو دے دیتا جو بڑی کفایت شعاری سے گھر کا خرچ چلاتی اور کچھ بچت بھی کر لیتی۔

ایک دن ایک سوداگر ان کے علاقے میں آیا اور اس نے اعلان کرایا کہ اسے ایک ملازم کی ضرورت ہے، گنجے فقیر کو اس کا علم ہوا تو اُس نے گلشن سے مشورہ کیا۔ گلشن نے کہا کہ اس سے ایک مہینے کی تن خواہ پہلے وصول کر لینا تاکہ گھر کا خرچ چلے۔ گنجے نے سوداگر سے یہی مطالبہ کیا۔ وہ بھی بڑا فراخ دل تھا۔ اس نے چھے مہینے کی تن خواہ پیشگی اسے دے دی اور اسے اپنے ساتھ لے کر سفر پر روانہ ہو گیا۔

کچھ دنوں بعد سوداگر کا قافلہ ایک کوہستانی علاقہ میں پہنچا۔ کچھ وقت آرام کے بعد قافلہ آگے روانہ ہوا۔ سوداگر کا قافلہ ایک شہر میں پہنچا۔ سوداگر نے کہا۔

''جن لوگوں کو شہر میں گھومنے پھرنے کا شوق ہو، وہ گھومیں پھریں، میں دو تین دن آرام کروں گا۔''

دوسرے ملازموں کے ساتھ گنجا فقیر بھی گھومنے نکلا، مگر اتفاق سے اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر راستہ بھول گیا اور چلتے چلتے ایک جنگل میں آ گیا۔ سورج غروب ہوا اور اندھیرا چھا گیا۔ وہ سونے کی غرض سے ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ اُسے کچھ آدمیوں کے چلنے پھرنے کی آہٹیں محسوس ہوئیں۔ وہ گھبرایا اور سوچنے لگا کہ یقیناً یہ چور اور ڈاکو ہیں جو مجھے دیکھ کر مار ہی نہ ڈالیں، لہٰذا اس نے اپنے آپ کو درختوں کے پتوں میں چھپا لیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ وہ چار آدمی ایک صندوق اُٹھا کر لائے اور اس کو گھنے درختوں کے نیچے اچھی طرح چھپا کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد گنجے کو یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو صندوق میں خزانہ ہے۔ وہ چپکے سے نیچے اُترا اور چھپا ہوا صندوق کھولا۔ اس میں ایک ننھا منا خوب صورت بچہ سویا ہوا تھا۔ گنجے نے سوچا کہ صبح اس بچے کو شہر لے جا کر کسی اچھے آدمی کے حوالے کر دوں گا۔

جس ملک میں ان کا قافلہ پہنچا تھا، اس ملک کے بادشاہ کی چار بیویاں تھیں مگر کوئی اولاد نہ تھی۔ آخر اللہ کی مہربانی سے ایک ملکہ کے ہاں اولاد ہوئی۔ بادشاہ بہت خوش ہوا مگر اس کی تین بیویاں اس ملکہ سے حسد کرنے لگیں۔ ان بیویوں نے سازش کی کہ جلد از جلد ننھے شہزادے کو غائب کرا دیا جائے کیوں کہ اگر یہ بچہ سلامت رہا تو ہماری ناقدری ہو گی۔ سازش کام یاب ہوئی، شہزادہ غائب کرا دیا گیا۔ بادشاہ اور ملکہ پر تو قیامت ٹوٹ پڑی۔ ہر طرف تلاش شروع کی گئی مگر کوئی کام یابی نہ ہوئی۔

صبح ہوئی تو گنجا فقیر جو رات بھر جنگل میں رہا تھا، اس صندوق کو اُٹھا کر جس میں چاند سے چہرے والا بچہ موجود تھا، لے کر شہر کو روانہ ہوا۔ جب گنجا شہر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ہر آدمی نے کالے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ گنجے نے پوچھا کہ تم لوگ سیاہ لباس کیوں پہنے ہو؟ تب علم ہوا کہ بادشاہ سلامت کا دودھ پیتا شہزادہ کل رات اغواء کر لیا گیا ہے۔ بادشاہ بہت غمگین ہے، اس کے غم میں شریک ہونے کے لیے رعایا نے کالا لباس پہن لیا ہے۔

لوگوں کی باتیں سن کر گنجے کو یقین ہو گیا کہ اس کے پاس جو بچہ ہے وہ یقیناً شہزادہ ہے۔ وہ فوراً شاہی دربار میں حاضر ہوا اور جو کچھ اس نے جنگل میں دیکھا تھا، بیان کر دیا۔ بادشاہ نے صندوق میں دیکھا اور فوراً بچے کو پہچان لیا۔ پھر کیا تھا ہر طرف خوشی کے

www.pdfbooksfree.pk

شادیانے بجنے لگے اور گنجے فقیر پر شاہی انعام و اکرام کی بارش ہو گئی۔ اسے خوب ہیرے جواہرات دیے گئے۔ بادشاہ نے گنجے فقیر کی جھونپڑی والے مقام پر ایک عالی شان محل تعمیر کرانے کا حکم دے دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کچھ عرصے میں ایک عالی شان محل تعمیر ہو گیا۔

جب گنجا واپس آیا تو اس کی بیوی گلشن دیکھ کر حیران رہ گئی کہ گنجا اب ایک باوقار اور خوب صورت نوجوان لگ رہا تھا۔ اب وہ اپنے بڑے سے محل میں مزے سے رہ رہے تھے۔ علاقے پر اس کے شوہر کی حکم رانی تھی۔ گلشن اس بات پر بے حد خوش تھی۔

ایک روز اس نے اپنے باپ نواب صاحب کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ اور آپ کے تمام لوگوں کو شاہی مہمان کے طور پر تین دن کی دعوت ہے۔ نواب صاحب نے نوجوان شہزادے کی دعوت قبول کر لی اور گلشن کے محل میں تشریف لے آئے۔ گلشن اعلیٰ درجے کے لباس سے خوب آراستہ ہو کر اپنے والد کے سامنے آئی اور رسمی آداب بجا لانے کے بعد بڑے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

"سائیں! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟"

نواب صاحب نے بے ساختہ جواب دیا۔ "نہیں! بالکل نہیں۔"

یہ سن کر گلشن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ بڑی عاجزی سے بولی۔

"بابا سائیں! غور سے دیکھیے! میں آپ کی وہی بدنصیب بیٹی ہوں جسے غضب ناک ہو کر آپ نے گنجے فقیر کے حوالے کیا تھا، جو اب ایک شہزادے کے روپ میں آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔ آپ نے تو اسے گندا اور حقیر سمجھ کر میرے لیے چنا تھا۔ اب کیا خیال ہے؟"

یہ سن کر نواب صاحب کو سخت حیرت ہوئی۔ اس کو اپنی غلطی پر بڑی ندامت ہوئی۔

"انسان تو کسی کے لیے بُرا چاہ سکتا ہے لیکن مہربان اللہ کسی کے ساتھ بُرا نہیں کرتا۔ یہ میرے صبر کا پھل ہے بابا سائیں!" لڑکی نے سنجیدگی سے کہا۔

نواب صاحب پر ان باتوں کا اثر ہوا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے بعد گلشن اور اس کے شوہر کو گلے لگایا۔ پھر اس سے وعدہ کیا کہ جلد ہی چھوٹی بیٹی کی شادی بڑی دھوم دھام سے کرے گا۔ کہتے ہیں ناں کہ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا قطعی نہیں کہتے۔

☆☆☆

سانحۂ پشاور

شرافت نبی، اسلام آباد

شہید بیٹے کی خواب میں اپنی ماں سے گفتگو

صبح دم رخصت کیا تھا تو نے اس انداز سے
لے کر اپنی باہوں میں چوما تھا مجھ کو ناز سے
اس طرح بچھڑا ہوں کہ اب واپسی ممکن نہیں
دُور کتنا ہو گیا اے ماں تری آواز سے

☆

سخت سردی میں پڑا ہوں قبر میں کچھ اس طرح
منجمد ہے خوں رگوں میں جسم ہے ٹھٹھرا ہوا
آ مری ماں لے لے جلدی سے مجھے آغوش میں
تجھ بنا تنہائی میں ہوں اس قدر سہما ہوا

☆

جانتا ہوں لوٹ کر گھر آ نہیں سکتا کبھی
اپنے سپنوں میں مگر آباد پاؤ گی مجھے
شاید کوئی وقت ایسا ہو بھلا دے تو مگر
پھر بھی میری ماں ہمیشہ یاد آؤ گی مجھے

☆

میری پیشانی جسے تو چوما کرتی تھی وہاں
آج روشن ہے یہاں پہ چاند تاروں کی طرح
جس طرح کرتی ہیں مائیں اپنے بچوں سے پیار
رب بھی رکھتا ہے شہیدوں کو پیاروں کی طرح

☆

حوصلہ رکھنا نہیں آساں مگر اے میری ماں
آنسوؤں کو روک کے رکھنا خدا کے واسطے
میری بخشش کی طلب کرنا خدائے پاک سے
ہاتھ جب اپنے اُٹھاؤ گی دعا کے واسطے

www.pdfbooksfree.pk

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.com

اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ معمولی عقل والا بھی زمین، آسمان، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھ کر اس کی بادشاہی کا یقین رکھتا ہے۔ یہ ساری کائنات اس کی بادشاہی کی نشانیاں ہیں۔

الباطن جل جلالہ وہ ہے جسے دیکھا نہیں جا سکتا۔ جو ساری مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے، کیوں کہ وہ بلند شان والا ہے اور ساری مخلوق کی نظریں اسے نہیں دیکھ سکتیں۔

قرآن کریم میں یہ دونوں نام ایک ساتھ صرف ایک ہی مرتبہ آئے ہیں۔

سورج کتنا روشن اور ظاہر ہے۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ یہ سورج ہے اور یہ روشن ہے۔ ہر ایک اسے جانتا ہے، لیکن جب سورج خوب روشن ہو اور دمک رہا ہو تو اس کی کیفیت اتنی پوشیدہ ہے کہ اسے ہم اپنی آنکھوں سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

اللہ تعالیٰ آنکھوں سے اتنے پوشیدہ ہیں کہ کوئی آنکھ انہیں دیکھ نہیں سکتی۔ ہاں! ان شاء اللہ تعالیٰ جنت میں ان کی زیارت ضرور کریں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمیں کچھ پتا ہے تو صرف وہی پتا ہے جو انہوں نے ہمیں علم دیا۔ ہم جہاں بھی ہوں، وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اب ذرا توجہ سے پڑھیے گا تو بات سمجھ میں آجائے گی۔

ایک مثال

ہمارا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ اگر کوئی مہمان ملنے آیا تو اس سے مسکرا کر ملنا، لیکن اندر ہی اندر سے دل میلا کرنا کہ اسے ابھی کام کے وقت آنا تھا یا رات کے وقت آنا اسے یاد آیا۔ مسکرا کر ملنا ہمارا ظاہر ہے اور اندر سے دل میلا کرنا ہمارا باطن ہے۔

ہر طالب علم، طالبہ اور ہر مسلمان مرد و عورت کا ظاہر اور باطن ایک جیسا اور سنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ جیسے کھلے چہرے کے ساتھ مسکرا کر ملیں تو اندر سے بھی ایسے ہی خوش ہوں۔ جویریہ آج بہت خوش تھی۔ اس کے ابو اس کے لیے ایک خوب صورت اسکول بیگ لے کر آئے تھے جس میں لنچ باکس رکھنے کی جگہ الگ، جیومیٹری باکس رکھنے کی جگہ الگ الگ۔ پڑھنے لکھنے سے متعلق ہر ضروری چیزیں رکھنے کی الگ جگہیں بنی ہوئی تھیں۔ پہلے دن وہ بیگ اسکول لے کر گئی تو ساری سہیلیوں نے اس کے بیگ کی بہت تعریف کی۔

"امی! یہ بیگ مجھے بہت اچھا لگا اور اسکول میں میری سہیلیوں

www.pdfbooksfree.pk

نے بھی اسے بہت پسند کیا۔'' دوپہر کو کھانا کھاتے ہوئے اس نے امی سے کہا۔

''اچھا تو پھر آپ نے اس نعمت کے ملنے پر شکر ادا کیا؟'' امی نے پوچھا۔

''جی امی! میں نے شکر ادا کیا ہے۔''

''بہت اچھا! اچھے بچے اللہ تعالیٰ کی نعمت ملنے پر شکر ادا کرتے ہیں۔'' امی نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

جویریہ شام کو ہوم ورک کرنے کے لیے بیٹھی۔ ساری کتابوں اور کاپیوں کو ایک ساتھ ہی نکال لیا اور جب رات کو اسے نیند آنے لگی تو جیسے تیسے کتابوں کو الٹ پلٹ کر کے بیگ میں ٹھونسا، صبح کو ناشتہ ابھی مکمل کیا ہی نہیں تھا کہ اسکول وین آ گئی۔ وہ جلدی سے نامکمل ناشتے کے ساتھ وین کی طرف لپکی۔

''جویریہ! یہ بیگ کس قدر خوب صورت ہے؟''

حمنہ نے اس کے بیگ کو پہلی مرتبہ ہی دیکھتے ہوئے کہا۔

''حمنہ! ابو پرسوں ہی تو لائے ہیں، تم کل اسکول کیوں نہیں آئیں؟''

''بس جویریہ سستی ہوگئی، اب افسوس ہو رہا ہے کہ غیر حاضری نہ کرتی، اب کاپی فیئر کرنے کا مسئلہ بنے گا۔'' حمنہ نے فکرمند ہوتے ہوئے کہا۔ یہ جملہ سنتے ہی جویریہ کچھ سوچنے لگی۔ اتنی دیر میں وین مکمل بھر چکی تھی۔ ساری طالبات آ چکی تھیں اور طالبات اپنی کتابیں اور کاپیاں کھول کر پڑھنے لگیں۔

جویریہ سوچنے لگی کہ میں بھی کوئی کتاب نکال کر پڑھتی ہوں۔ اتنے میں اسے بیگ کی آواز سنائی دی:

''جویریہ تم نے میری ظاہری خوب صورتی کی طرف توجہ دی، مگر باطنی صفائی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔''

''کیا ظاہر اور کیا باطن؟'' وہ حیران ہو کر بولی، اسے ایسا لگا کہ جیسے اس نے یہ الفاظ پہلی مرتبہ سُنے تھے۔

''ظاہری خوب صورتی یہی کہ تمہارے بیگ کو دیکھ کر ہر ایک نے تعریف کی ہے، کیوں کہ باہر سے بیگ بہت خوب صورت ہے لیکن بیگ کے اندر سے تم نے ساری کتابیں بغیر کسی سلیقے کے ٹھونس رکھی ہیں۔ یہ دیکھو! حساب کی کتاب کے ورق مڑے ہوئے ہیں، اسلامیات کی کتاب اُلٹی رکھی ہے، اُردو کی کتاب کے ورق، سائنس کی کتاب میں گھس کر رہ گئے ہیں اور یہی حال ساری کاپیوں کا ہے۔ ان کی نئی نئی جلدیں مُڑ کر خراب ہوگئی ہیں۔ جیسا بیگ کا ظاہر ایسا ہی بیگ کا باطن ہو، تب بات بنتی ہے۔''

اسکول بیگ کی باتیں سن سن کر وہ شرمندہ ہونے لگی۔ ''اور ہاں! حمنہ تم سے ابھی ملی، دیکھنے میں تو تم اس سے خوش ہو کر ملی اور کیا اندر سے تم اس سے خوش ہو؟'' بیگ کا یہ سوال سن کر وہ چکرا گئی۔

جویریہ، حمنہ سے خوش نہیں تھی، کیوں کہ گزشتہ ہفتے، حمنہ نے اسے سائنس کی کاپی فیئر کرنے کے لیے نہیں دی تھی۔ اسے ابھی تک اس بات کا غصہ تھا۔

اس نے بھی یہی سوچ لیا تھا کہ آج حمنہ کو ساری کاپیاں فیئر کرنے کے لیے میری کاپیوں کی ضرورت ہوگی تو میں بھی اسے ہرگز نہیں دوں گی۔ اسکول بیگ کی بات سن کر وہ دل میں سوچنے لگی۔

''اُف..... اوہو! میرے بیگ کی طرح میرا ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں ہے۔'' اس نے بیگ سے شرمندہ ہو کر کہا۔ ''تو اب اس کا کیا حل ہے؟ مجھے دورنگی ہونا اچھا نہیں لگتا۔'' اس نے بیگ سے جھلا کر پوچھا۔

''اس کا حل یہی ہے کہ جب تم اسمبلی سے کلاس میں جاؤ تو اندر سے بیگ میں ساری کتابیں صحیح کر کے رکھو اور ہر کاپی کو بھی صحیح کرو تاکہ بیگ باہر کی طرح اندر سے بھی ویسے ہی لگے اور دل میں یہ بات بٹھا لو کہ حمنہ جب بھی کاپی مانگے گی تو اسے فوراً کاپی دے دینا، اس طرح تمہارا دل اس سے صاف ہو جائے گا۔'' بیگ نے اسے حل بتاتے ہوئے کہا۔

اس نے ''ہاں'' میں سر ہلایا۔

☆☆☆

''ارے جویریہ! میں کل اسکول نہیں آئی تھی، مجھے اب ساری کاپیاں چاہیے ہوں گی تاکہ سارا کام فیئر کر لوں۔'' حمنہ نے اسے وین میں کہا تو وہ فوراً کہہ اٹھی: ''ہاں! کیوں نہیں؟'' یہ جملہ کہہ کر جویریہ اپنا ظاہر اور باطن ایک جیسا کر چکی تھی۔

شیطانی خیال آئے تو.....

شیطانی خیالات سے بچنے کے لیے یہ آیت پڑھ لیا کریں تو شیطانی خیالات سے حفاظت ہو جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

ترجمہ: وہی اللہ اوّل بھی ہیں اور آخر بھی، ظاہر بھی ہیں اور چھپے ہوئے بھی اور وہ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والے ہیں۔ ☆☆☆

http://www.urdutube.net
http://www.bookstube.net
www.pdfbooksfree.pk

شیخ عبدالحمید عابد

23 مارچ 1940ء

قومی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش دن

23 مارچ 1940ء کا دن وطنِ عزیز کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ اس دن برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے قرار دادِ لاہور کی صورت میں ایک آزاد اور خود مختار وطن کا مطالبہ کیا اور اسے اپنی منزل قرار دیا۔

مسلمان الگ وطن کیوں چاہتے تھے؟ اس بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن اس کی اصل اور حقیقی وجہ ایک ہی تھی کہ وہ اپنے تاریخی، ثقافتی اور دینی ورثے کی حفاظت چاہتے تھے۔ اس بات کو قائداعظم محمد علی جناح کے اس فرمان کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے جو انہوں نے لاہور میں مسلم لیگ کے اجلاس 23 مارچ 1940ء میں پڑھ کر سنایا تھا:

''ہم مسلمان چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر ہم آزاد قوم بن کر اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن و امان کی زندگی بسر کریں، ہماری تمنا ہے کہ ہماری قوم اپنی روحانی، اخلاقی، تمدنی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کو کامل ترین نشوونما بخشے۔ اس کام کے لیے وہ طریق عمل اختیار کرے جو اس کے نزدیک بہترین اور ہمارے قدرتی وسائل سے ہم آہنگ ہو۔''

محمد علی جناح کے اس بیان سے مکمل طور پر وضاحت ہو جاتی ہے کہ برصغیر کے مسلمان اس لیے الگ وطن چاہتے ہیں کہ وہ وہاں قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں ایک مثالی معاشرہ تشکیل دے سکیں۔ انہوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر الگ وطن کا جو فیصلہ کیا تھا وہ ایک دن کا مرہون منت نہیں تھا بلکہ اس سوچ کو مکمل ہونے کے لیے سینکڑوں سال لگے تھے۔ تاریخی ارتقاء کے تناظر میں دیکھا جائے تو 1831ء میں سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل کی جو قیادت دہلی سے لے کر وادی مہران، بلوچستان اور صوبہ سرحد تک پھیل چکی تھی، اس میں ہمیں اس کے آثار نظر آئیں گے۔ پھر جب 1857ء کی جنگِ آزادی میں برطانوی استعمار نے یہاں کے مسلمانوں کو اپنے نرغے میں لے لیا تو مسلمانوں پر اپنی حالت زار کھل کر واضح ہو گئی تھی اور یوں برصغیر کے مسلمان اقلیتوں کی طرح زندگی گزارنے لگے اور ان کے معاشی و معاشرتی اور سیاسی حقوق سلب ہوتے گئے۔ ہندوؤں نے انگریزوں کی سرپرستی میں اپنے حقوق کے لیے نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں لایا تو مسلمانوں کی معاشی اور معاشرتی حالت مزید ابتر ہوتی گئی اور یوں وقت کے بہت سے مسلم زعماء بھی اپنی مجبور قوم کی بحالی کے لیے کانگریس کے پلیٹ فارم پر جمع ہونے لگے مگر جلد ہی انہیں احساس ہو گیا کہ کانگریس کے سیاسی پلیٹ فارم سے مؤثر آواز اُٹھانا ناممکن ہے۔ 9 نومبر 1940ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے کہا تھا کہ ''ہم نے قطعی

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

طور پر ہمیشہ کے لیے پاکستان کو اپنی منزلِ مقصود بنا لیا ہے اور ہم اس کی خاطر لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔ اس کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی کو دل میں جگہ نہ دیجیے گا۔ وہ جمہوریت جو مسٹر بھولا ڈیسائی کے ذہن میں ہے، اب وہ ہلاک ہو چکی ہے۔'' قائداعظم کی الگ وطن کے لیے یہ حتمی اور مکمل سوچ اس بات کا اعلان تھی کہ انہیں کوئی طاقت روک نہیں سکتی تھی کیوں کہ وہ جان چکے تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک ساتھ چلنا ممکن نہیں ہے، حالاں کہ بہت سے مسلمان زعماء ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد میں مصروف رہے تھے کہ کسی طرح برطانوی حکمرانوں سے اختیارات حاصل کرنے کے تدریجی عمل میں ہندوؤں کے ساتھ مل کر کوشش جاری رکھی جائے لیکن ہندوؤں نے مسلمانوں کے وجود کو کبھی بھی سچے دل سے قبول نہیں کیا تھا اور انہیں زندگی کے ہر شعبے میں مفلوج کرنے کے درپے رہے تھے۔ آخرکار چودہ نکات پر مشتمل ایک فارمولا پیش کیا گیا جس کو قائداعظم کے چودہ نکات سے یاد کیا جاتا ہے، مگر وہاں پر بھی ہندوؤں کی اکثریت کی تنگ نظری سامنے آئی اور یوں مسلسل اذیت نے مسلمانوں کو الگ وطن کے لیے سوچنے پر مجبور کر دیا۔

اس ضمن میں مسلمان زعماء کے منصوبہ جات اور خیالات کا ذکر کیا جا سکتا ہے، جو کچھ یوں ہے: 1920ء میں خیری برادران نے تقسیم کا منصوبہ دیا۔ گل محمد خان کی تجویز 1923ء، علامہ اقبال کا خطبہ الٰہ آباد 1930ء اور چوہدری رحمت علی کا منصوبہ قابلِ ذکر ہیں لیکن مسلمانوں کی نجات کا آبرو مندانہ حل قائداعظم کی بے مثال قیادت کے باعث تکمیل کے مراحل میں داخل ہو کر پاکستان کی شکل میں سامنے آیا۔

1939ء میں انگریز دوسری جنگِ عظیم میں مصروف تھے، اس نازک صورت حال میں وہ ہندوؤں اور مسلمانوں سے تعاون کے خواہاں تھے۔ اس زمانے میں انہوں نے یہاں کی اقوام کو خوش کرنے کے لیے بہت سے لچھے دار سیاسی بیانات بھی دیے۔ ہندوؤں نے ان بیانات کی آڑ میں مفادات بھی حاصل کیے اور جن مطالبات کو تسلیم نہ کیا گیا، ان کو منوانے کے لیے سول نافرمانی کی دھمکیاں بھی دیں لیکن اس وقت محمد علی جناح نے جو موقف اختیار کیا، وہ نہ صرف بصیرت افروز تھا بلکہ شان دار اور نڈر قیادت کا مظہر بھی تھا۔ انہوں نے اس موقع پر برطانوی حکمرانوں پر واضح کیا کہ مستقبل کے آئینی ڈھانچے پر ہندو مسلم دونوں عوام کی رضامندی ضروری ہے لیکن جب ہندوؤں کے مطالبات پورے نہیں ہوئے تھے تو وہ چپکے سے اور خود غرضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنگی تعاون سے الگ ہو گئے جس کی وجہ سے اس وقت کی صوبائی وزارتیں بھی توڑ دی گئیں اور اختیارات گورنروں کو سونپ دیے گئے۔

آل انڈیا مسلم لیگ نے 23 دسمبر 1939ء کو یومِ نجات منانے کا اعلان کیا اور اسے منظم طریقے سے منایا بھی۔ اس پر کانگریس کی سیاسی بوکھلاہٹ سامنے آئی جس نے ثابت کیا کہ وہ اپنی ہی مکاری کے فریب میں گھر چکے ہیں۔

اس گمبھیر صورتِ حال میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مسلم لیگ کے 27 ویں اجلاس میں جو اقبال پارک لاہور میں منعقد ہوا تھا، ایک اجلاس کی تجویز دی اور اس کے لیے 23,22 اور 24 مارچ کی تاریخ کا اعلان کیا۔ اس اجلاس کے لیے استقبالیہ کمیٹی کی صدارت شاہ نواز ممدوٹ کو دی گئی۔ یوں اس تاریخی اجلاس کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہو گئیں۔

بدھ 20 مارچ 1940ء کو شام 8 بجے قائداعظم دہلی سے اپنے رفقا کے ہمراہ اسپیشل ٹرین کے ذریعے لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ پوری ٹرین کو سبز جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ ہر اسٹیشن پر مسلمانوں کا ہجوم استقبال کے لیے موجود تھا۔ کئی ایک جگہ پر رُک کر قائداعظم نے مسلمانوں سے خطاب کیا اور انہیں متحد رہنے کی تلقین کی۔ 21 مارچ کی صبح جب لاہور ریلوے اسٹیشن پر گاڑی رُکی تو آپ مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ وہ تمام رات سو نہ سکے تھے مگر چہرے پر بشاشت اور خوشی کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ اسٹیشن پر اتنا ہجوم تھا کہ انہیں کار تک لانا مشکل ہو چکا تھا اور جلوس کے تمام انتظامات مکمل تھے مگر آپ نے اس کو منع کر دیا تھا۔ اس موقع پر اخباری نمائندوں کو انٹرویو دیتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ ''لاہور سیشن مسلمانانِ ہند کے مستقبل کی تاریخ کا دور آفرین واقعہ ہو گا۔ ہمیں نہایت سنجیدہ اور اہم تصفیہ طلب مسائل سے نمٹنا ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ سب لوگ اس سیشن کو کام یاب بنانے میں میری مدد کریں گے۔'' خاکساروں سے تصادم پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''بدقسمتی سے گزشتہ تین روز کے دوران جو کچھ ہوا، اس میں جانوں کا نقصان ہوا ہے اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے ہیں مگر ہمیں اپنا توازن برقرار رکھتے ہوئے صورتِ حال کا مکمل سکون سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اس کا حل

www.pdfbooksfree.pk

تلاش کرنے میں کام یاب ہو جائیں گے۔''

جمعہ 22 مارچ کو منٹو پارک کے وسیع پنڈال میں 60 ہزار کے قریب لوگوں کے بیٹھنے کا انتظام مکمل تھا۔ باقاعدہ اجلاس دن اڑھائی بجے شروع ہونا تھا مگر پنڈال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مندوبین کے علاوہ عام لوگوں کے لیے ایک روپے کا داخلہ ٹکٹ جاری کیا گیا تھا۔ شائقین ٹکٹ خرید کر جلسہ میں شریک ہو رہے تھے۔ جن کو جگہ نہ ملی ان کے لیے الگ سے لاؤڈ اسپیکروں کا انتظام کرنا پڑا۔ پونے دو بجے سیاہ اچکن اور چوڑی دار پاجامے میں آپ اسٹیج پر تشریف لائے اور اپنے سر پر جناح کیپ سنبھالتے ہوئے انہوں نے لوگوں کے پُر جوش نعروں کا جواب دیا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد چند نظمیں پیش کی گئیں۔ ان میں میاں بشیر احمد کی نظم ''ملت کا پاسبان ہے محمد علی جناح'' بے حد پسند کی گئی۔ نواب ممدوٹ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا جس میں انہوں نے برصغیر کے تاریخی حالات و واقعات کا مدلل اور بھرپور جائزہ لیتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا کہ مسلمان یہ صورتِ حال برداشت نہیں کر سکتے کہ وہ ان لوگوں کا غلام بن کر رہیں جن کا مذہب و تہذیب اور تمدن ان سے بالکل جدا ہے۔ گزشتہ 25 برسوں کے دوران 25 مرتبہ کوشش کے باوجود جن کے درمیان تعلق قائم نہیں ہو سکا، وہ کس طرح اکٹھے چل سکتے ہیں۔

خطبہ کے بعد جب قائداعظم اپنی تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو فضا زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ ابتدا میں کچھ دیر اُردو میں تقریر کی پھر معذرت کر کے انگریزی میں تقریر شروع کر دی یہ تقریر فی البدیہہ تھی۔ دو گھنٹے پر مشتمل یہ تقریر اتنی برجستہ اور مسحور کن تھی کہ انگریزی نہ سمجھنے والوں نے بھی اسے دم بخود ہو کر سنا اور سمجھا بھی۔ تاریخی حقائق کے مطابق یہ مسلمانوں کا مکمل نمائندہ اجتماع تھا۔

آپ نے فرمایا: ''ہمیشہ غلطی سے مسلمانوں کو ایک اقلیت سمجھا جاتا رہا ہے اور ہم بھی اس غلطی کے طویل عرصہ سے عادی ہو چکے ہیں کہ اسے درست کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ مسلمان اقلیت نہیں ہیں بلکہ وہ ہر تعریف اور ہر تشریح کے لحاظ سے ایک قوم ہیں۔ 22 مارچ کی رات ہی سبجیکٹ کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا جس میں ''لاہور ریزولیوشن'' کے تاریخی ڈرافٹ پر غور کیا گیا جو رات دیر گئے فیصلہ کن مراحل میں پہنچا۔

23 مارچ 1940ء کو صبح دس بجے سبجیکٹ کمیٹی کا اجلاس دوبارہ شروع ہوا جو دوپہر دو بجے تک جاری رہا۔ شام 3 بجے دوسرا کھلا اجلاس شروع ہوا۔ محمد علی جناح کرسیٔ صدارت پر رونق افروز تھے۔ پنڈال میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ نوابزادہ لیاقت علی خان نے سالانہ رپورٹ پیش کی جو منظور کی گئی۔ اس کے بعد مولوی افضل الحق نے تاریخی قرار داد پیش کی جس کی تائید میں مولانا ظفر علی خان، سردار محمد اورنگ زیب خان اور سر عبداللہ ہارون نے تقریریں شروع کیں۔ تقاریر کا یہ سلسلہ 24 مارچ تک جاری رہا اور تمام تقاریر قرار داد کے حق میں ہوئیں اور پھر تقاریر کے بعد قرار داد کے نکات پر بحث شروع ہوئی تو مختصر وقت میں متفقہ فیصلے تک تمام زعما پہنچ چکے تھے اور قرار داد لاہور منظور ہو چکی تھی اور پھر اسی قرار داد کی روشنی میں قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں صرف سات سال کی مختصر مدت میں مسلمانوں نے وطن پاکستان حاصل کر لیا جس میں ہم آج کل آزادی سے رہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس ملک پاکستان کو ہمیشہ قائم رکھے، آمین! ☆☆☆

یہ ہے مینار پاکستان

مینار پاکستان کی بلندی 192 فٹ 6 انچ ہے۔ اس کو 182 فٹ لوہے اور کنکریٹ سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس پر خدائے ذوالجلال کے 99 بابرکت نام، نام ور خطاط حافظ یوسف سدیدی کے قلم کا نادر نمونہ ہیں مینار پاکستان کا ڈیزائن 1963ء میں روس نژاد ترک مسلمان ماہر تعمیرات مرأت خان نے بنوایا۔ مینار پاکستان کے اوپر کے حصے کی تعمیر میں سٹین لیس اسٹیل کا استعمال کیا گیا ہے۔ چوٹی کے گنبد میں استعمال ہونے والے لوہے کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ ہر طرح کے موسمی اثرات اور زلزلے سے محفوظ ہے اور اس کی چمک دمک برقرار ہے۔ مینار پاکستان کا فضائی جائزہ لیں تو ایسا لگتا ہے جیسے زمین پر پتھر کا کنول سر اٹھائے ہوئے ہے۔ اس کنول کے پھول کی پتیوں کو اس انداز سے مل دے کر زمین میں پیوست کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے مینار کی دیواروں کے ساتھ گولائی میں سات سات فٹ لمبی اور دو دو فٹ چوڑی سنگ مرمر کی سلیں لگائی گئی ہیں۔ اس کی ایک سل پر ''تعمیر پاکستان'' کے عنوان سے قائداعظمؒ کے ارشادات درج ہیں۔ ایک ارشاد یوں ہے:

''اپنا فرض بجا لاتے رہو اور خدا پر بھروسا رکھو! دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو ختم نہیں کر سکتی۔ یہ ہمیشہ قائم رہنے کے لیے بنا ہے۔''

(30 اکتوبر 1947ء)

www.pdfbooksfree.pk

درج ذیل دیے گئے جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کریں۔

1۔ تانبے اور قلعی کی بھرت سے کون سی دھات حاصل ہوتی ہے؟

i۔ کانسی ii۔ سلور iii۔ پیتل

2۔ پاکستان کی بلند ترین عمارت کون سی ہے؟

i۔ مینار پاکستان ii۔ واپڈا ہاؤس، لاہور iii۔ شیرٹن ہوٹل، کراچی

3۔ خواجہ میر درد کے اس شعر کا دوسرا مصرع بتایئے:

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو! .....

4۔ دُنیا کا سب سے چھوٹا بحر (Ocean) کون سا ہے؟

i۔ بحر منجمد شمالی ii۔ بحر الکاہل iii۔ بحر ہند

5۔ کنگ آف کیمیکلز کسے کہا جاتا ہے؟

i۔ سلفیورک ایسڈ ii۔ نائٹرک ایسڈ iii۔ سٹرک ایسڈ

6۔ پاکستان کی قومی ڈش کون سی ہے؟

i۔ بریانی اور نہاری ii۔ حلیم iii۔ زردہ

7۔ شہروں کی ماں کس شہر کو کہا جاتا ہے؟

i۔ مدینہ ii۔ مکہ iii۔ جدہ

8۔ ''میں بت شکن ہوں بت فروش نہیں۔'' یہ کس مسلمان بادشاہ نے کہا تھا؟

i۔ شاہ جہاں ii۔ محمود غزنوی iii۔ شیر شاہ سوری

9۔ دُنیا کے کس ملک میں چیونگ گم پر پابندی ہے؟

i۔ تھائی لینڈ ii۔ سنگاپور iii۔ فلپائن

10۔ اقبال کا یہ شعر کس شاعر کے شعر سے ماخوذ ہے؟

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر!
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر!

i۔ مولانا ظفر علی خاں ii۔ بھرتری ہری iii۔ حسرت موہانی

جوابات علمی آزمائش فروری 2015ء

1۔ حضرت یونسؑ 2۔ مولوی فضل الحق 3۔ بینار یز 4۔ شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے 5۔ قائداعظم ٹرافی 6۔ براعظم ایشیا 7۔ حضرت عثمانؓ 8۔ منوڑہ 9۔ مارخور 10۔ 1935ء

اس ماہ بے شمار ساتھیوں کے درست حل موصول ہوئے۔ ان میں سے 3 ساتھیوں کو بذریعہ قرعہ اندازی انعامات دیے جا رہے ہیں۔

☆ محمد قمرالزمان صائم، خوشاب (150 روپے کی کتب)

☆ محمد نبیل قادری، کاموکی (100 روپے کی کتب)

☆ عبداللہ مسعود، فیصل آباد (90 روپے کی کتب)

دماغ لڑاؤ سلسلے میں حصہ لینے والے کچھ بچوں کے نام بہ ذریعہ قرعہ اندازی:

خدیجہ نشان، حلیمہ نشان، کنول شہزادی قادری، نفیسہ فاطمہ قادری، کاموکی۔ محمد معوذ احسن، ڈیرہ غازی خان۔ نائمہ تحریم، کراچی۔ آمنہ سلام، اسلام آباد۔ ضحیٰ جبیل، لاہور۔ محمد فرقان علی، خان پور۔ بشریٰ صفدر، تلہ گنگ۔ رمیشہ نور، اسلام آباد۔ لاریب ممتاز، لاہور۔ امامہ شبیر، فیصل آباد۔ احمد ارشاد مغل، لاہور۔ شائمہ ناز، محمد ضیاء اللہ، میانوالی۔ مقدس چوہدری، راول پنڈی۔ اقصیٰ شہباز، لاہور۔ مریم یوسف، لاہور۔ محمد شکیب مسرت، بہاول پور۔ عمران حیدر، احمد یار، فاطمہ ہاشم، عائشہ قاسم، ماریہ فیاض، علشبہ وسیم، لاہور۔ محمد طلحہ حبیب، بھکر۔ پروا محمود، طیبہ۔ عروج نوید، لاہور۔ محمد آصف جمال، حیدر علی راشد، لاہور۔ ندا خان، پشاور۔ مائرہ حنیف، بہاول پور۔ شائم سہیل، راول پنڈی۔ محمد عثمان حمید، کاموکی۔ رمشہ ندیم، گوجرانوالہ۔ کائنات ملک، واہ کینٹ۔ کومل صادق چوہدری، گوجرانوالہ۔ احمد ابراہیم حسن، خانیوال۔ محمد مجید خان، بھکر۔ مومنہ ندیم، گوجرانوالہ۔ اریقہ فجر، ظفر قریشی، میرپور۔ محمد احمد خان غوری، بہاول پور۔ محمد مبشر، کوہاٹ۔ عیشا خان، پشاور۔ رمیشہ نور، اسلام آباد۔ سید تیمور علی خالد، جھنگ۔ محمد حمزہ غوری، میانوالی۔ ماہ رخ، حیدر آباد۔ عائشہ سلام، اسلام آباد۔ سید محمد منصور حسن، بہاول پور۔ رانیہ نوید ملک، محمد زاہد اکرام، عمران حیدر، احمد یار، مریم اعجاز، راحمہ نور، عبدالوحید ربانی، مطیع الرحمٰن، آصف علی، صباحت جمشید، صفی الرحمٰن، مہر اکرم، لاہور۔ ضریفہ اویس، فیصل آباد۔ عبدالاحد، بہاول پور۔ احور رانا کامران، زمل رانا، انیس احمد، محمد احمد، بہاول نگر۔ عبداللہ ہارون، ثانیہ منیر، ملتان۔ زبیر کریم، طلعت مسعود، شاہد ندیم، شیخوپورہ۔ ہانیہ فاطمہ، حلیمہ فاطمہ، گجرات۔ اویس بابر، گوجرانوالہ۔

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

کھانے کے آداب

1- پہلے ہاتھ دھونے چاہئیں تاکہ اگر جراثیم یا گندگی لگی ہو تو دُھل جائے۔
2- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شروع کریں۔
3- بچے کو ٹیک لگا کر کھانا نہ کھانے دیں۔
4- سیدھے ہاتھ سے کھائیں۔
5- اگر انگلیوں سے کھانا کھانا ہو تو ہاتھ صاف ستھرے ہوں۔ تین انگلیوں سے کھائیں سب کو استعمال کرنے سے پرہیز کریں۔
6- بچوں کو چھوٹا نوالہ دیجئے۔
7- ان کو روٹی سے ہاتھ نہ صاف کرنے دیجیے بلکہ دھونے کی عادت ڈالیں۔
8- پلیٹ میں ایک طرف سے کھانا کھانے کی عادت ڈالیں۔ اِدھر اُدھر سے چھیننے سے نہ کھانے دیں۔
9- نوالہ گر جائے تو صاف کر کے کھلا دیں۔
10- بچے کو سب کے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایئے۔ مل جل کر کھانے سے الفت و محبت بھی ہوتی ہے اور برکت بھی۔
11- گرم کھانا نہ دیجئے بلکہ ٹھنڈا کر کے دیں۔
12- کھانے کے دوران قہقہہ مار کر نہ ہنسا جائے اور نہ ہنسایا جائے۔
13- بچوں کو یہ سکھایئے کہ وہ منہ کھول کر نہ کھائیں، نہ دانتوں پر انگلی پھیریں اور نہ کھانے کو سونگھیں۔ یہ سب باتیں خلاف تہذیب ہیں۔
14- کھانا ہمیشہ بیٹھ کر کھلایئے اور پانی بھی بیٹھ کر پلوائیں۔
15- پلیٹ میں کھانا اتنا ہی دیں جتنا بچہ کھا سکتا ہے۔
16- کھانا ٹھنڈا کرنے کے لیے پھونکیں نہ ماریئے کہ یہ سانس مضر ہوتی ہے۔
17- بچے کو بتایئے کہ پانی ٹھہر ٹھہر کر پیے۔ ایک ہی بار پینے سے پیٹ میں تکلیف بھی ہو سکتی ہے۔
18- کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ بتائیں، جس نے رزق دیا اور اتنا اچھا کھلایا پلایا۔
19- بچے کو بہت ٹھنڈا پانی نہ پلائیں۔

کھانا شروع کیسے کیا جائے

1- حضرت عمر بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور رسولِ خداؐ کے زیرِ تربیت تھا۔ (ایک روز کھانے کے وقت) میرا ہاتھ پلیٹ کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: "بسم اللہ کہو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے پاس سے کھاؤ۔" (بخاری اور مسلم)
2- حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھانے لگے اور کھانے پر خدا کا نام لینا بھول جائے تو اسے یہ کہنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ

(میں کھانے کی ابتداء سے انتہا تک اللہ کا نام لیتا ہوں) (ترمذی، داؤد)
3- حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "جب تم کھانا کھاؤ تو دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور جب کوئی چیز پیو تو دائیں ہاتھ سے پیو۔ (مسلم)
4- حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کوئی چیز کھائے اور نہ پیے، اس لیے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ (مسلم)
5- حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس حالت میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ وہ ایک لقمہ کھائے تو اس پر خدا کی تعریف کرے یا ایک گھونٹ پیے تو اس پر خدا کی تعریف کرے۔" (مسلم)

کھانے کے بعد:

1- حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا کھا کر شکر کرنے والا، صابر روزہ دار کی مانند ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)
2- حضرت ابی خلیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔

ہر ماہ کے ساتھ کوپن چسپاں کرنا ضروری ہے۔ آخری تاریخ 10/ مارچ 2015ء ہے۔

کھوج لگایئے

نام: _____
شہر: _____
مکمل پتا: _____
_____
موبائل نمبر: _____

ہر ماہ کے ساتھ کوپن چسپاں کرنا ضروری ہے۔ آخری تاریخ 10/ مارچ 2015ء ہے۔

دماغ لڑاؤ

نام: _____
مقام: _____
مکمل پتا: _____
_____
موبائل نمبر: _____

مارچ کا موضوع "موسم بہار" ارسال کرنے کی آخری تاریخ 08/ مارچ 2015ء ہے۔

ہونہار مصور

نام _____ عمر _____
مکمل پتا: _____
_____
موبائل نمبر: _____

میری زندگی کے مقاصد

کوپن پُر کرنا اور پاسپورٹ سائز تین تصویر بھیجنا ضروری ہے۔

نام _____ شہر _____
مقاصد _____
_____
موبائل نمبر: _____

http://www.urdutube.net
http://www.bookstube.net
www.pdfbooksfree.pk

اوجھل خاکے

یہ چیزیں خاکے میں چھپی ہوئی ہیں۔ آپ ان چیزوں کو تلاش کیجیے اور شاباش لیجیے۔

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/

www.pdfbooksfree.pk

دُنیا جہان میں اللہ تعالیٰ نے جو انعامات انسانوں پر فرمائے ہیں ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان بیش بہا نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت شہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآنِ پاک میں لوگوں کے لیے شفاء قرار دیا ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی شہد کی اس خاصیت کو بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے استعمال کی ترغیب بھی دی ہے۔ آنحضرت ﷺ خود بھی بڑی رغبت سے شہد تناول فرمایا کرتے تھے۔

دُنیا کا ہر انسان شہد سے واقف ہے اور اسے استعمال کرتا ہے۔ چاہے کسی صورت میں بھی ہو، بطور غذا کے ہو یا بطور دوا کے، بلکہ بعض جانور بھی شہد پسند کرتے ہیں۔ مثلاً ریچھ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ شہد کا رسیا اور انتہائی شوقین ہوتا ہے۔ انگریزی ادب کی ایک مشہور نظم جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ریچھ اپنے کسی دوست جانور کے لیے شہد کا تحفہ لے کر جاتا ہے لیکن راستے ہی اس تک پہنچنے سے پہلے خود ہی اس شہد کو چٹ جاتا ہے، ریچھ کے شہد کے انتہائی شوقین ہونے کی علامت ہے۔

اسی طرح بعض پرندے بھی شہد کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں جیسے جنوبی افریقہ میں ایک پرندہ پایا جاتا ہے، جس کا نام Honey Guide ''راہنمائے شہد'' ہے۔ یہ پرندہ لوگوں کی شہد کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ یہ وہاں کے باشندوں کو جنگل میں ایسے درخت کی طرف لے جاتا ہے جس پر شہد کی مکھیوں کا چھتہ ہوتا ہے اور پھر یہ خود قریبی درخت کی شاخ پر بیٹھ کر اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ آدمی شہد کا چھتہ اُتار لے۔ مقامی لوگ اس طرح سے حاصل ہونے والے چھتے سے تمام شہد نہیں نکالتے بلکہ کچھ شہد چھتے ہی میں چھوڑ دیتے ہیں۔ آدمی کے جانے کے فوراً بعد یہ پرندہ اپنے حصے کا شہد کھانے کے لیے اس درخت پر پہنچتا ہے اور فوراً بچا ہوا شہد کھا جاتا ہے۔

اس پرندے کے بارے میں یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ اگر کوئی آدمی اس کا حصہ نہ چھوڑے بلکہ سارا شہد خود نکال کر لے جائے تو یہ پرندہ اس آدمی کو پہچان لیتا ہے تاکہ وہ اس سے بدلہ لے سکے اور پھر اس سے اس بات کا بدلہ لینے کے لیے کسی اور دن اس کو شہد کے چھتے کی بجائے کسی خطرناک جگہ پر لے جاتا ہے۔ کبھی اس طرح کرتا ہے کہ اس آدمی کو اگلی بار شہد کے چھتے کی بجائے کسی شیر کی کھوہ میں لے جاتا یا کسی ایسے درخت کے تنے پر چڑھا دیتا جس کے اندر سانپ رہتا ہے۔ اس طریقے سے یہ پرندہ اس آدمی سے اپنا بدلہ لے لیتا ہے۔

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس پرندے کو شہد کا انتہائی شوق ہے جس کے حصول میں ناکامی کی صورت میں ناکامی کا سبب بننے والے کو زندہ تک نہیں چھوڑتا۔ معلوم یہ ہوا کہ شہد ایک ایسی چیز جو نہ صرف انسان پسند کرتا ہے بلکہ جانوروں کے ساتھ ساتھ پرندے بھی اس کے شوقین ہوتے ہیں۔

شہد کی تیاری چونکہ شہد کی مکھی کرتی ہے، اس لیے شہد کے بارے

www.pdfbooksfree.pk

میں کچھ باتیں کرنے سے پہلے چند باتیں شہد کی مکھی کے تعارف میں کر لینا بہتر ہے، شہد کی مکھیاں عام طور پر تین قسم کی ہوتی ہیں۔

(1) چھوٹی مکھی: اس قسم کی مکھیاں عموماً سردی کے موسم میں شہد کے چھتے بناتی ہیں۔ ان کا جسم شہد کی دیگر مکھیوں سے چھوٹا ہوتا ہے اور یہ زیادہ مقدار میں شہد پیدا نہیں کرتیں۔ ان کے ایک چھتے سے سال میں زیادہ سے زیادہ ایک کلوگرام شہد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(2) بڑی مکھی: اس مکھی کو عام علاقوں میں ''ڈومنا'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ بہت سخت مزاج ہوتی ہے، البتہ یہ شہد بھی زیادہ بناتی ہے۔ ان کا مزاج ہے کہ یہ اپنا چھتا موسم بہار میں اُونچے اونچے درختوں پر بناتی ہیں۔ ان مکھیوں کے ایک چھتے سے سال میں دو تین کلوگرام تک شہد دستیاب ہو جاتا ہے۔

(3) پہاڑی مکھی: یہ مکھیاں بڑی نازک مزاج ہوتی ہیں۔ عام درختوں کی شاخوں، کھوکھلے تنوں اور پہاڑی دراڑوں میں چھتے بناتی ہیں۔ ان کے چھتے سے سال بھر میں پانچ کلوگرام کے لگ بھگ شہد حاصل ہوتا ہے۔

شہد کی تیاری: شہد مکھیاں شہد کس طرح بناتی ہیں، اس کے بارے میں محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ مکھیاں چھتے کے آس پاس کے علاقے میں خوشبودار پھول تلاش کرتی ہیں اور جب ان کو پھول نظر آ جاتے ہیں تو یہ ان پر بیٹھ جاتی ہیں اس کے بعد پھولوں کی نازک نازک پتیوں کی اندرونی سطح پر اپنی لمبی اور کھردری زبان رگڑنے لگتی ہیں۔ پھولوں کی پتیوں کی اس اندرونی سطح پر ہلکی سی مٹھاس ہوتی ہے اور جب مکھیاں اپنی زبان ان پتیوں پر بار بار رگڑتی ہیں تو یہ مٹھاس ان کی زبان پر لگ جاتی ہے۔ اس مٹھاس کو ہم شہد کا خام مال کہہ سکتے ہیں، اسی خام مال سے مکھیاں شہد تیار کرتی ہیں۔

قدرت نے شہد کی مکھیوں کے جسم کے اندر ایک معدہ نما تھیلی بنائی ہے۔ مکھیاں زبان پر پھولوں سے مٹھاس جمع کر کے اسے منہ کے اندر لے جاتی ہیں اور اس کو اس تھیلی میں جمع کر دیتی ہیں۔ ایک مکھی بار بار یہی عمل دہراتی ہے حتیٰ کہ اس کے جسم کی مخصوص تھیلی، اس مٹھاس یعنی پھولوں کے رس سے بھر جاتی ہے۔

جس وقت مکھی شہد کے لیے رس جمع کر رہی ہوتی ہے تو پھولوں کے اندر لگا ہوا سنہری زیرہ یا زرد دانہ برش جیسے بالوں پر لگ جاتا ہے۔ جب مکھی رس چوس لیتی ہے تو اس زیرے کو بھی احتیاط سے پاؤں کے بالوں سے جھاڑ کر اور پھر اس کی چھوٹی چھوٹی گولیاں بنا کر ان ٹوکریوں جیسے حصوں میں رکھ لیتی ہیں جو قدرت نے اس مقصد کے لیے اس کے پچھلے پیروں میں بنائے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد یہ مکھی ایک مال بردار طیارے کی طرح پھولوں سے اُڑ کر اپنے چھتے کی طرف روانہ ہو جاتی ہے۔ چھتے میں پہنچ کر یہ مکھی موم کے ایک خانے میں گھس جاتی ہے۔ یہ خانے مکھیاں شہد جمع کرنے کے لیے پہلے ہی بنا لیتی ہیں۔ مکھی سب سے پہلے پھولوں کے لیے رس کو موم خانے میں جمع کرتی ہے۔ یہ رس اب شہد بن چکا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک اور خانے میں چلی جاتی ہے جہاں وہ پچھلے پاؤں کی ٹوکریوں میں جمع شدہ زیرہ رکھ دیتی ہے۔ یہ زیرہ مکھیاں شہد جمع کرنے کے دوران خود بھی کھاتی ہیں اور اپنے بچوں کو بھی کھلاتی ہیں۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ پھر کھیتوں، فصلوں اور باغوں کا رُخ کرتی ہیں اور یہی کام دوبارہ کرتی ہیں۔ یوں قطرہ قطرہ شہد جمع ہوتا ہے۔ پانچ چھ چکر لگانے کے بعد مکھی تھک جاتی ہے۔ یوں بھی اس دوران شام ہو جاتی ہے اور پھر وہ سو جاتی ہے تاکہ اگلے دن کے لیے تازہ دم ہو کر اپنے کام میں لگ سکے۔ جب چھتے کے تمام سوراخ شہد سے بھر جاتے ہیں تو مکھیاں انہیں موم لگا کر بند کر دیتی ہیں تاکہ موسم سرما میں یہ شہد خود بھی کھائیں اور بچوں کو بھی کھلائیں لیکن انسان اس سے پہلے ہی اس چھتے کو توڑ لیتا ہے۔

شہد کے اصلی اور نقلی ہونے کی پہچان کا طریقہ: شہد کو استعمال کرنے سے پہلے اس بات کا یقین کر لینا بھی ضروری ہے کہ جو شہد استعمال کیا جا رہا ہے، آیا وہ شہد اصلی بھی ہے یا نقلی کیوں کہ اگر اصلی کی بجائے نقلی شہد استعمال کیا جائے تو پیسے تو خرچ ہوں گے ہی، اس کے ساتھ ساتھ کوئی فائدہ بھی نہ ہو گا۔ آج کل چوں کہ بازاروں میں شہد عام طور پر بکتا ہے، کسی کو شہد کی ضرورت ہو تو وہ شہد کا چھتا کسی جگہ تلاش کر کے شہد نکالنے کی بجائے بازار سے لینے کو ہی ترجیح دیتا ہے۔ کیوں کہ آج کل طبیعتیں بہت زیادہ آرام پسند ہو گئی ہیں جس کے نتیجے میں عام طور پر وہ نقلی شہد ہی خرید لاتا ہے، اس لیے اصلی شہد کا ہونا اور اس کی پہچان کا ہونا ضروری ہے اسی کے پیش نظر شہد کے استعمال کے طریقے بیان کرنے سے پہلے شہد کی پہچان کا طریقہ لکھا جا رہا ہے۔ شہد کے اصلی یا نقلی ہونے کی پہچان کے لیے چند ترکیبیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں، اگر ان پر عمل کر لیا جائے تو اُمید ہے کہ شہد کی جانچ میں پریشانی نہ ہو گی۔ (1) جس شہد کو جانچنا ہو اس میں روئی کی بتی اچھی طرح تر کر کے اس کو جلا دیں۔ اگر شہد اصلی ہو گا تو وہ جل جائے گی جیسے کہ پٹرول یا سپرٹ جل جاتی ہے، نقلی ہو گا تو کوئلہ چھوڑ دے گی۔ (2) جس شہد کو جانچنا ہو اس میں مکھی کے پَر لتھیڑ کر اسے چھوڑ دیں۔ اگر شہد اصلی ہو گا تو مکھی تھوڑی ہی دیر میں اپنے پَر چاٹ کر صاف کر لے گی اور پھر اُڑ جائے گی، اور اگر شہد نقلی ہو گا تو کوشش کے باوجود مکھی نہ تو اپنے پَروں کو صاف کرنے میں کامیاب ہو سکے گی اور نہ ہی اُڑ سکے گی۔

شہد کے متعلق چند ہدایات: (1) شہد کو ہمیشہ خشک اور درمیانہ درجہ حرارت پر رکھیں۔ اس کے لیے بہترین درجہ حرارت 70 سے 80

www.pdfbooksfree.pk

فارن ہائیٹ ہے۔ (2) شہد کے مرتبان، بوتل یا جار کا ڈھکن اس طرح بند کریں کہ اس میں ہوا داخل نہ ہو۔ ہوا سے شہد پتلا ہو جاتا ہے اور پتلا شہد عام طور پر پسند نہیں کیا جاتا۔ (3) شہد دو سال سے زیادہ پرانا ہو جائے تو اس کا رنگ تیز ہو جاتا ہے، یعنی تیز بھورا سیاہی مائل۔ اسی طرح اس کی خوشبو بھی نسبتاً تیز ہو جاتی ہے لیکن اسے استعمال کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ یہ بھی اتنا ہی مفید ہے جتنا کہ تازہ شہد، کیوں کہ شہد کبھی سڑتا نہیں ہے۔ (4) مرتبان یا جار میں سے نکالنے سے پہلے چمچ کو گرم پانی سے دھو کر کپڑے سے خشک کر لیں۔ شہد نکالنے کے بعد ڈھکن اچھی طرح بند کر دیں۔ (5) اگر کیک میں چینی کی جگہ شہد ملانا چاہیں تو شہد چینی کی بہ نسبت کم ڈالیں۔ یعنی اگر 250 گرام چینی ڈالنی تھی اب اس کی جگہ شہد ڈال رہے ہیں تو شہد صرف 189 گرام کے قریب ڈال دیں۔ اسی طرح دودھ کی مقدار بھی اسی طرح کم کر دیں ورنہ کیک زیادہ نرم ہو جائے گا۔

شہد کا استعمال بطور غذا: شہد بطور غذا کئی طریقوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔ سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ایک چمچ شہد کا بھریں اور منہ میں ڈال لیں۔ چونکہ انسانوں کے مزاج مختلف ہوتے ہیں اس لیے ہر ایک اس کو اپنی پسند کے مطابق استعمال کر سکتا ہے۔ بہرحال شہد کو ہر اس چیز میں استعمال کیا جا سکتا ہے جس میں چینی ڈالی جاتی ہے۔

شہد کا استعمال بطور دوا: شہد کو بطور غذا استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ بطور دوا بھی اکثر طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں پر اس کی چند خاصیات بحیثیت دوا ذکر کی جاتی ہیں۔ شہد امراض نفس کے لیے ایک تیر بہدف ہے۔ کھانسی کی مختلف شکلوں، گلے کی خراش، دکھتا ہوا حلق اور نزلے زکام کے لیے اسے مندرجہ ذیل طریقوں سے استعمال کیا جائے تو فائدہ ہوگا۔

(1) عام کھانسی ہو تو شہد اور لیموں کا رس برابر مقدار میں ملا لیں اور دن میں تین چار بار چاٹیں۔

(2) رات کو اُٹھنے والی کھانسی کے لیے کھانے کا ایک چمچ شہد گرم کر لیں اور رات دن میں چار مرتبہ استعمال کریں۔

(3) حلق میں خراش اور سوزش کے لیے پھٹکری ایک حصہ اور شہد پانچ حصہ لے کر ایک گلاس پانی میں گھول لیں۔ اس پانی سے دن میں کئی مرتبہ غرارے کریں کوشش کریں کہ پانی حلق کے اندر نہ جائے۔

(4) آواز بیٹھ جائے تو نیم گرم دودھ کے گلاس میں کھانے کا ایک چمچ شہد ڈال کر پی جائیں، سوتے وقت پئیں تو زیادہ مفید ہو گا۔ رات کو نیند بھی خوب آئے گی اور صبح گلا بھی صاف ہو جائے گا۔ ایک دن میں افاقہ نہ ہو تو تین دن تک مسلسل استعمال کریں، ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

(5) اگر کسی کے دانت میلے ہوں، ان کو صاف کرنے کے لیے اور موتیوں کی طرح چمکانے کے لیے آدھ پاؤ سرکے میں ایک چھٹانک شہد اچھی طرح یک جان کر لیں اور پھر اس سے کلیاں کریں۔ دانت موتیوں کی طرح چمکنے لگیں گے۔

(6) اگر مسوڑھے دکھتے ہوں، ان سے خون نکلتا ہو تو سہاگہ بریاں (توے پر بھون کر) کر کے شہد میں ملا لیں۔ شہد آٹھ حصے ہوں تو سہاگہ ایک حصہ۔ اب اس میں انگلی بھر کر مسوڑھوں پر ملیں اور لعاب باہر تھوک دیں، ان شاء اللہ خون بھی رُک جائے گا اور مسوڑھوں کا درد بھی ختم ہو جائے گا۔

(7) اگر کھانا کھانے سے بدہضمی ہو جاتی ہو تو کھانا کھانے سے پہلے نیم گرم پانی میں کھانے کا ایک چمچ شہد استعمال کریں۔

(8) اگر قبض ہو تو شام کو سوتے وقت گرم دودھ میں کھانے کے دو چمچ شہد گھول کر پئیں، افاقہ ہوگا۔

(9) اگر کسی وقت دل بیٹھتا سا محسوس ہو تو چائے کا ایک چمچ بھر شہد چاٹ لیں، ان شاء اللہ مفید ہوگا۔

(10) اگر جسم کی جلد جل جائے تو فوراً اس جگہ شہد لگا دیں، پانی نہ لگائیں۔ ٹھنڈک بھی پڑ جائے گی اور نشان بھی ختم ہو جائے گا۔

(11) شہد جوڑوں کے درد روکنے کے لیے بھی انتہائی مفید ہے۔ جس جوڑ میں درد ہو، اس پر شہد کی مالش کے ساتھ شہد دن میں چند مرتبہ چاٹیں، افاقہ ہوگا۔

(12) معدے میں درد ہو تو شہد میں تھوڑا سا سفید زیرہ پیس کر ملا لیں اور دن میں تین چار بار چاٹیں۔ فائدہ ہوگا، درد ختم ہو جائے گا۔

(13) بسا اوقات معدے میں خرابی کی وجہ سے پیاس بڑھ جاتی ہے اور آدمی پانی پی پی کر مزید بوجھل ہو جاتا ہے۔ ایسا ہو تو کھانے کا ایک چمچ شہد دو گلاس پانی میں گھول لیں اور اس پانی کو دن میں تین چار بار پئیں، افاقہ ہوگا۔

(14) اعصابی تھکن محسوس ہو تو ایک چمچ شہد چاٹ لیں۔ صرف بیس منٹ بعد تھکن بھاگ جائے گی اور آپ پھر سے تازہ دم ہو جائیں گے۔

(15) بچہ سوتے میں پیشاب کر دیتا ہو تو اسے سوتے وقت چائے کا ایک چمچ شہد چٹا دیں اور چند روز تک چٹاتے رہیں۔ بچے کی سوتے میں پیشاب کرنے کی عادت ختم ہو جائے گی۔

(16) بعض دفعہ کسی جگہ چوٹ لگنے سے خون نکلنے کی بجائے نیل پڑ جاتے ہیں۔ شہد میں تھوڑا سا پسا ہوا نمک ملا کر اس نیل پر لیپ کر دیں، نیل صاف ہو جائے گا۔

(17) بچھو کے کاٹنے پر پسا ہوا لہسن شہد میں ملا کر لیپ کریں اور کھلائیں بھی، آرام آ جائے گا۔

☆☆☆

http://www.urdutube.net/
http://www.booksiube.net/
www.pdfbooksfree.pk

- سب سے پہلی دھوپ گھڑی کا نام "نومون" تھا۔
- کسی ایک علاقے میں سورج گرہن عموماً 54 برسوں میں ایک بار ہوتا ہے۔
- سائنس کی سب سے پرانی شاخ "فلکیات" ہے۔
- علم کیمیا کا آغاز 100ء میں اسکندریہ سے ہوا۔
- فضا میں پرواز کی پہلی کوشش ہسپانیہ کے سائنس دان ابن فرناس نے کی تھی۔
- دوربین "ابوالحسن" نے ایجاد کی۔
- مسلمان سائنس دان ابو معشر کو "ممودز" کی وجہ دریافت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔
- مسلمان سائنس دان "ابو اصلتا" نے 1134ء میں ایسی مشین ایجاد کی تھی جس سے ڈوبے ہوئے جہازوں کو باہر نکالا جا سکتا تھا۔
- ابن عیسیٰ اور ابن موسیٰ نے مل کر "اصطرلاب" ایجاد کیا جو ستاروں کی بلندی کا تعین کرتا تھا۔
- کرسٹوفر کولمبس نے 1492ء میں بحر اوقیانوس کا سفر کیا۔
- یہ حقیقت ہے کہ عرب ملاحوں نے کرسٹوفر کولمبس سے 600 سال پہلے امریکہ اور اس کے تجارتی راستے دریافت کر لیے تھے۔
- واسکوڈے گاما کے ہندوستان کے تاریخی سفر میں اس کی راہنمائی ایک عرب جہاز ران احمد بن ماجد کر رہے تھے۔
- پن چکی اور قطب نما چینیوں کی ایجاد ہے۔
- جیومیٹری کے بنیادی اصول اقلیدس نے وضع کیے۔
- گلیلیو نے اپنی ایجاد کردہ دوربین سے چاند پر پہاڑ، سورج پر دھبے، مشتری کے گرد گھومنے والے چاروں سیارے اور زحل کا حلقہ دریافت کیے تھے۔ (محمد عامر سلیم، شاہ جمال آباد)
- ایک دن میں انسانی جسم 1000 گیلن سے 1500 گیلن تک خون پمپ کرتا ہے۔
- انسانی دل کا وزن 8 سے 10 اونس ہوتا ہے۔
- انسانی جسم میں 620 عضلات ہیں۔
- انسانی دماغ کا وزن تقریباً "3" پونڈ یا "1.4" کلوگرام ہوتا ہے۔
- پھیپھڑے چوبیس گھنٹوں میں تقریباً "23" ہزار مرتبہ پھیلتے اور سکڑتے ہیں۔
- انسانی جسم میں سب سے کم زور ہڈی "ہتھوڑی" کی ہڈی ہوتی ہے۔
- خون سے سرخ خلیات ہڈیوں کے گودے میں تیار ہوتے ہیں۔
- سائنس دانوں نے سب سے زیادہ تجربات "شہد کی مکھی" پر کیے۔
- دنیا میں کل 7 لاکھ قسم کی حشرات پائی جاتی ہیں۔
- حشرات الارض کے ماہر کو حشرات (دان) کہا جاتا ہے۔
- کیکڑا اپنی غذا پاؤں سے چباتا ہے۔
- دنیا کا سب سے زہریلا جانور ایرو ناٹی مینڈک ہے۔ جو مڈغاسکر میں پایا جاتا ہے۔
- سائنس دان اب تک مچھروں کی 25 اقسام دریافت کر چکے ہیں۔
- "اسفنج یا آبرو مردہ" ایک ایسا جانور ہے جس کی ناک، کان، ہاتھ، پاؤں نہیں ہوتے۔" (محمد حسین مدنی، بہاول نگر)
- انسان کا سائنسی نام Homo Sapiens ہے۔
- پیاز کا سائنسی نام Allium cepa ہے۔
- مٹر کا سائنسی نام Pisum sativum ہے۔
- کوّے کا سائنسی نام Corvus Splendens ہے۔
- مینڈک کا سائنسی نام Rana Tigrina ہے۔
- کبوتر کا سائنسی نام Columba Livia ہے۔
- چاول کا سائنسی نام Oryza Sativa ہے۔ (محمد عمیر، لاہور)
- دنیا کی چھت تبت کو کہتے ہیں۔
- طلوع ہوتے سورج کی سرزمین جاپان کو کہتے ہیں۔
- آدھی رات کے سورج کی سرزمین ناروے کو کہتے ہیں۔
- موتیوں کا جزیرہ بحرین کو کہتے ہیں۔
- پیغمبروں کی سرزمین فلسطین کو کہتے ہیں۔
- حکمت و فلسفہ کی سرزمین یونان کو کہتے ہیں۔
- دنیا میں سب سے پہلا "خواتین" کا عالمی دن 1911ء میں منایا گیا۔
- دنیا میں "ماہی گیروں" کا عالمی دن پہلی بار 21 نومبر 1998ء کو منایا گیا۔ (محمد فضل، صادق آباد)

http://www.urdutube.net
http://www.bookstube.net
www.pdfbooksfree.pk

حمد

ہر منظر میں تو ہی تو ہے — سب کی نظر میں تو ہی تو ہے
رات کے آنگن تیرا بسیرا — نورِ سحر میں تو ہی تو ہے
تیرا نور سراپا ہر سو — بحر و بر میں تو ہی تو ہے
نور سے تیرے روشن تارے — شمس و قمر میں تو ہی تو ہے
فکر رسا ہے تجھ سے روشن — سوچ نگر میں تو ہی تو ہے
ناز ہے حمد و ثنا پر تیری! — دل کے نگر میں تو ہی تو ہے

(بسمہ ناز، قصور)

زندگی کے اصول

زندگی بسر کرو ..... خوشی کے ساتھ
کام کرو ..... دل جمعی کے ساتھ
خرچ کرو ..... احتیاط کے ساتھ
مطالعہ کرو ..... انتخاب کے ساتھ
علم سیکھو ..... شوق کے ساتھ
نیکی کرو ..... ہر کسی کے ساتھ
عبادت کرو ..... عاجزی کے ساتھ
بحث کرو ..... دلیل کے ساتھ
بات کرو ..... تمیز کے ساتھ
مجلس میں بیٹھو ..... ادب کے ساتھ
خدا سے مانگو ..... عاجزی کے ساتھ
بڑوں کو ملو ..... عزت و احترام کے ساتھ
مقابلہ کرو ..... بہادری کے ساتھ
غریبوں کی مدد کرو ..... ہمدردی کے ساتھ
برائی کا جواب دو ..... بھلائی کے ساتھ

(ثاقب محمود، گوجرانوالہ)

ہمارا دیس

وطن ہمارا رب کی عنایت — کرتے رہیں گے اس کی حفاظت
اسلاف کی ہے یہ ایک امانت — دی ہے خدا نے ہم کو یہ نعمت
ساری دنیا سے ہے پیارا — دیس ہمارا دیس ہمارا
ہم اس پر آنچ نہ آنے دیں گے — اس کی خاطر جان بھی دیں گے
دشمن کبھی نہ حملہ کرے گا — جب تک ہم سب ایک رہیں گے
ہم سب کا ہے ایک سہارا — دیس ہمارا دیس ہمارا
اپنا جھنڈا سدا لہرائے — رب دشمن سے اس کو بچائے
بھائی ہمارے غم نہ دیکھیں — کرتا ہوں دعا یہ ہاتھ اٹھائے
جان سے بھی ہے عشق یہ پیارا — دیس ہمارا دیس ہمارا

(محمد شفیق الحسن، اٹک)

بھائی اور دوست میں فرق

ایک دفعہ ایک شخص نے صحابی سے پوچھا: ''بھائی اور دوست میں کیا فرق ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''دوست ہیرے کی مانند ہے جو ایک بار ٹوٹ جانے سے دوبارہ نہیں بن سکتا جب کہ بھائی سونے کی طرح ہے جو ٹوٹ جانے سے بھی دوبارہ بن جاتا ہے۔''

تقویٰ کیا ہے؟

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے کعب سے پوچھا: ''تقویٰ کیا ہے؟'' انہوں نے جواب میں کہا: ''جس طرح تم جنگل سے اس طرح گزرتے ہو کہ کوئی کانٹا نہ چبھ جائے اسی طرح تقویٰ ہے۔'' (محمد عقیل، جہلم)

جتنے زیادہ قدم ..... اتنا زیادہ ثواب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جو شخص اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلتا ہے تو اس کا اعمال نامہ لکھنے والا فرشتہ اس کے ہر قدم پر دس نیکیاں لکھتا ہے۔'' (طبرانی۔831)
ایک اور حدیث میں ہے: ''سب سے زیادہ ثواب نماز میں اس شخص کے لیے ہے جو زیادہ دور سے چل کر (مسجد) آتا ہے۔''

(بخاری کتاب الاذان رقم 651) (مرسلہ: محمد طیب طوفانی، سرائے نورنگ)

استاد کی عزت

کسی شخص نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے سوال کیا کہ آپ کے ہاں اُستاد کا کیا مقام ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ ''اگر مجھے میرے اُستاد اپنے جوتے میں پانی پینے کا کہیں تو یہ بھی میرے لیے فخر اور اعزاز کی بات ہوگی۔''

(فیضان حیدر بھٹی، ڈیرہ اسماعیل خان)

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

☆ سلام کو عام کرو! سلام کیا کرو، خواہ جان پہچان ہو یا نہ ہو۔
☆ سلام میں پہل کرنے والے کو ستر گنا سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔
☆ جب تم بات کہو، انصاف کی کہو، چاہے معاملہ تمہارے رشتے دار ہی کا کیوں نہ ہو۔
☆ مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا۔
☆ لوگوں سے خوش اخلاقی سے بات کیا کرو۔
☆ نرمی اور خوش اخلاقی سے بات کرنا نیکی اور صدقہ ہے۔
☆ بدزبانی ظلم ہے اور ظلم کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (نور رمضان، فیصل آباد)

☆ تھامس جیفرسن کا عقیدہ تھا کہ ہر صبح ٹھنڈے پانی سے پاؤں بھگونے سے اس کو اپنی زندگی میں کبھی زکام نہیں ہوا۔
☆ تھامس ایڈیسن کو یقین تھا کہ وہ ہر صبح جو سیب کے مربہ کا ناشتہ کرتا تھا، اس کی وجہ سے وہ بہت دیر تک بغیر کوئی تھکاوٹ محسوس کیے کام کرتا رہتا تھا۔
☆ راس فیلر جو کافی عرصہ تک زندہ رہا، اپنی صحت کا راز یہ بتاتا تھا کہ وہ غذا بہت چبا چبا کر کھاتا تھا۔
☆ سر ونسٹن چرچل کھلی فضا میں کھڑے رہ کر گھنٹوں تصویر کشی میں مصروف رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کی صحت پر بڑا اچھا اثر پڑا۔
☆ صدر ٹرومین کا خیال تھا کہ ان کی صحت اپنے ہم عمروں کے مقابلے میں اچھی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ہر رات سونے سے قبل ایک سینڈوچ اور ایک گلاس ٹھنڈا دودھ پیتے ہیں۔
(ایمل سہیل جوئس، ایبٹ آباد)

☆ جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جان لے کہ ایمان سے اس کا دل خالی ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)
☆ اللہ کی بہترین نعمت مخلص دوست ہے۔ (حکیم اقلیدس)
☆ غصہ ہمیشہ حماقت سے شروع ہوا ہے اور ندامت پر ختم ہوتا ہے۔ (ارسطو)
☆ دنیا عاقل کی موت پر اور جاہل کی زندگی پر ہمیشہ آنسو بہاتی ہے۔ (افلاطون)
(نجوی ارسلان، راول پنڈی)

☆ کامیابی چاہتے ہو تو اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ رکھو۔
☆ کامیابی چاہتے ہو تو عظیم شخصیات کی زندگی کا مطالعہ کرو۔
☆ کامیابی چاہتے ہو تو کسی کا مذاق نہ اڑاؤ بلکہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کی مدد کرو۔
☆ کامیابی چاہتے ہو تو دوسروں کی خامیاں تلاش کرنے کی بجائے اپنی خامیاں تلاش کر کے انہیں دُور کرو۔ (انصر علی، وہاڑی)

انمول موتی

1- کسی کی ناجائز شکایت کرنے والا اپنی ہی شخصیت کا تاثر خراب کرتا ہے۔
2- جو شخص اپنے مزاج کو سمجھتا ہے، وہ اپنے مسائل کا حل خود نکالتا ہے۔
3- انسان کو جس قدر بُری صحبت تباہ کر سکتی ہے، کوئی دوسری شے نہیں۔
4- خدا کے حضور دُعا مانگنا، پریشانیوں کا سب سے بڑا حل ہے۔
5- سچی دوستی نایاب اور خالص چیز کی مانند ہے، جو مشکل سے ملتی ہے۔ (عائشہ اوریبی، ملی پور)

☆ ماں..... نرم اور گداز ہوا کا جھونکا۔
☆ باپ..... شفقت اور محبت کا دریا۔
☆ بھائی..... بہنوں کے لیے تحفظ کا نشان۔
☆ بہن..... ایثار اور چاہت کا پیکر۔
☆ بیٹا..... والدین کی آرزوؤں کا مرکز۔
☆ بیٹی..... راحت اور سکون کا دوسرا نام۔
☆ اُستاد..... قابلِ احترام ہدایت دینے کا ذریعہ۔
☆ شاگرد..... ایک پیاسا، سیکھنے کا طالب۔ (عبدالجبار رونق، لاہور)

☆ بدنصیب ہے وہ شخص جو والدین کی خدمت کر کے دُعا نہیں لیتا اور لوگوں سے کہتا ہے کہ میرے لیے دُعا کریں۔
☆ بدنصیب ہے وہ شخص جو نمازِ عشاء نہیں پڑھتا اور دُعاؤں میں پُرسکون نیند تلاش کرتا ہے۔
☆ بدنصیب ہے وہ شخص جو فجر کے وقت سویا رہتا ہے اور لوگوں سے تنگ رزق کا شکوہ کرتا ہے۔ (دُعا اعظم، شیخوپورہ)

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

میری زندگی کے مقاصد

عبدالرافع شہزاد، پشاور

میں بڑا ہو کر انجینئر بنوں گا اور ملک کا نام روشن کروں گا۔

عثمان ندیم، کراچی

میں بڑا ہو کر فوج میں جاؤں گا اور ملک و قوم کی حفاظت کروں گا۔

محمد خضر رضوان، کراچی

میں آرمی میں شامل ہو کر ملک کی حفاظت کروں گا۔

محمد نصیر، راول پنڈی

میں بڑا ہو کر انجینئر بنوں گا۔

محمد فاروق، ماکاڑہ

میں ڈاکٹر بن کر غریبوں کا مفت علاج کروں گا۔

فیضان احمد، لاہور

میں ان شاءاللہ حافظ قرآن بنوں گا اور اس کے بعد سائنس دان بن کر ملک و قوم کی خدمت کروں گا۔

عبید علی راشد، لاہور

میں بڑا ہو کر نام ور انجینئر بنوں گا اور اپنے ملک کا نام روشن کروں گا۔

علی حفظہ بھٹہ، راول پنڈی

میں بڑا ہو کر انجینئر بنوں گا۔

مکاشہ احمد، رحیم یار خان

میں پولیس میں جاؤں گا اور ملک و قوم کی خدمت کروں گا۔

ماہ نور فاطمہ، راول پنڈی

میں ڈاکٹر بن کر اپنے ملک کا نام روشن کروں گی۔

انس ایوب، کراچی

میں بڑا ہو کر عالم دین بن کر معاشرے میں تبدیلی لاؤں گا۔

آمنہ یاسر، فیصل آباد

میں آرمی پائلٹ بن کر ملک کی حفاظت کروں گی۔

عبیدہ سعید، گوجرانوالہ

میں بڑا ہو کر ائر فورس میں جاؤں گا اور ملک و قوم کی حفاظت کروں گا۔

عبیشہ الرحمٰن، لاہور

میں ڈاکٹر بنوں گی۔ یہ میری زندگی کا خواب ہے۔

محمد [illegible]، کراچی

میں رینجرز میں جا کر ملک سے دہشت گردی کا خاتمہ کروں گا۔

محمد صدیق، کراچی

میں بڑا ہو کر کرکٹ ٹیم میں شامل ہو کر ملک کا نام روشن کروں گا۔

زویا خان، بہاول پور

میں بڑی ہو کر ڈاکٹر بنوں گی اور غریبوں کا مفت علاج کروں گی۔

محمد حماد، پشاور

میں فوج میں جا کر ملک و قوم کی حفاظت کروں گا۔

عمر عبداللہ، لاہور

میں بڑا ہو کر سائنٹسٹ و نیوکلیئر انجینئر بنوں گا۔

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/

www.pdfbooksfree.pk

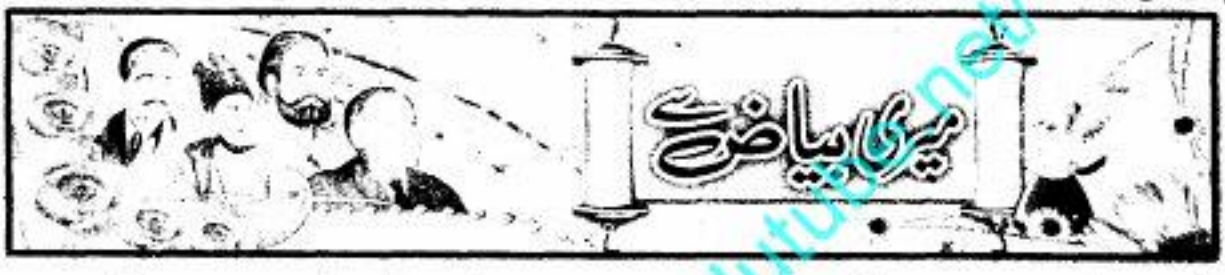

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں

☆

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

(افراح اکبر، لاہور)

آؤ اپنے جسم چن دیں اینٹ پتھر کی طرح
بے در و دیوار ہے لیکن یہ گھر تو اپنا ہے

☆

مت سہل اسے جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

☆

مانگے کی روشنی سے نہ پاؤ گے راستہ
اس تیرگی میں لے کے خود اپنے کنول چلو

(مریم صدیقہ راجپوت، گوجرانوالہ)

مانا کہ اس زمیں کو گلزار نہ کر سکے
کچھ خار تو کم کر گئے گزرے جدھر سے ہم

☆

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

(مریم رضوان، راول پنڈی)

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

(زینب محمود، جہلم)

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

☆

ملا دے اپنی ہستی کو خاک میں اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

(لائبہ خالد، داہ کینٹ)

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

(حرا ظفر، گوجرانوالہ)

گراتے ہیں سر سجدوں میں اپنی ہی حسرتوں کی خاطر
اگر عشق خدا میں گراتے تو کوئی حسرت ادھوری نہ رہتی

(فضہ فاطمہ)

نہ پوری ہوئی ہیں امیدیں نہ ہوں
یوں ہی ساری گزر جائے گی

(عدن سجاد، جھنگ صدر)

منت کیوں مانتے ہو اوروں کے دربار سے
وہ کون سا کام ہے جو ہوتا نہیں تیرے پروردگار سے

(محمد حسنین معاویہ، ڈیرہ اسماعیل خان)

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

(انعم محمد حنیف، کراچی)

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ
املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
ناحق کے لیے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ
شمشیر ہی کیا نعرۂ تکبیر بھی فتنہ

(مبشر، کوہاٹ)

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

(افراح سجاد، راول پنڈی)

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے خدا داد

(عبدالجبار رومی انصاری، چوبنگ لاہور)

http://www.urdutube.net
http://www.bookstube.net
www.pdfbooksfree.pk

ایک آدمی حجام کی دکان پر گیا اور کہنے لگا:
''کیا آپ نے کبھی گدھے کی حجامت بھی بنائی ہے؟''
حجام بولا: ''جی نہیں، آج پہلا اتفاق ہے۔ آیئے! تشریف لایئے۔''
(حمنہ عاشق، لاہور)

بچہ (سپاہی سے): ''جناب معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت ڈرپوک ہیں۔''
سپاہی: ''وہ کیسے؟''
بچہ: ''آپ ہر وقت بندوق جو ساتھ لیے پھرتے ہیں۔'' ☆
اُستاد: ''امتحان نزدیک ہے، کوئی سوال پوچھنا ہو تو پوچھ لو۔''
شاگرد: ''بہت بہت شکریہ سر! بس یہ بتا دیں پرچے میں کون کون سے سوالات آ رہے ہیں۔'' (جواد، صوابی)

ایک آدمی جو بہت مال دار تھا، جب بستر علالت پر اپنے بھتیجے کو بتایا کہ وہ اپنی جائیداد کا اکیلا وارث اسی کو بنا رہا ہے تو بھتیجا دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔ مگر بظاہر بے نیازی سے کہنے لگا: ''چچا جان! ان باتوں کو چھوڑیے۔ ان شاء اللہ آپ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے اور برسوں زندہ رہیں گے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتایئے۔''
مال دار آدمی کہنے لگا: ''ابھی صرف اتنا سا کام کرو کہ آکسیجن پہنچانے والے پائپ سے پاؤں اُٹھا لو۔ (سارہ فاطمہ، میاں والی)

بچہ: ''دادی جان! آپ عینک کیوں لگاتی ہیں؟''
دادی: ''بیٹا! اس سے ہر چیز بڑی دکھائی دیتی ہے۔''
بچہ: ''تو مجھے حلوہ دیتے وقت آپ عینک اُتار لیا کریں۔''
(محمد جنید بشیر، راہوالی)

ایک عورت (سبزی والے سے): ''اگر سبزی خراب نکلی تو پکی پکائی واپس کر جاؤں گی۔''
سبزی والا: ''اگر ہو سکے تو ایک دو روٹیاں بھی ساتھ لیتی آنا۔''
(شہزادے عزیز، تریلہ)

نابینا: ''کوئی مجھے پولیس میں بھرتی کرا دے۔''
اجنبی: ''مگر تم تو اندھے ہو پولیس میں نوکری کر کے کیا کرو گے؟''
نابینا: ''اندھا دھند فائرنگ۔'' (علیزہ احمد، راول پنڈی)

سائنس پروفیسر (اپنے شاگرد سے): ''یہ بتاؤ کہ اگر سونے کو کھلی جگہ میں رکھ دیا جائے تو کیا ہوگا؟''
شاگرد: ''سیدھی سی بات ہے جناب! چوری۔'' ☆

شوہر (بیٹے سے): ''ہمارے بیٹے نے لال بیگ کھا لیا ہے۔''
بیوی (چلاتے ہوئے): ''اُف خدایا! جلدی سے ڈاکٹر کو بلاؤ۔''
شوہر: ''فکر نہ کرو، میں نے اسے کیڑے مار دوائی پلا دی ہے۔''
(شہزادی خدیجہ شفیق، لاہور)

فقیر: ''باجی! بھوکا ہوں، اللہ کے نام پر تھوڑا سا کھانا دے دو۔''
باجی: ''کھانا ابھی نہیں پکا۔''
فقیر: ''باجی! کوئی بات نہیں، میرا موبائل نمبر لکھ لو، جب کھانا پک جائے تو مس کال کر دینا۔'' (رابعہ مریم، نوشہرہ، ضلع خوشاب)

دوست: ''خان صاحب! تم تو آج ڈاکٹر کے پاس جانے والے تھے۔''
خان صاحب: ''یار کل جائے گا، آج ہمارا طبیعت خراب ہے۔''
(محمد حمزہ سعید، بورے والا)

والد (اُستاد سے): ''میں تو بچپن میں حساب میں بہت کمزور تھا، میرا بیٹا کیسا ہے؟''
اُستاد: ''تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔'' ☆

ایک بچہ اپنی والدہ کے ساتھ علاج کرانے ڈاکٹر کے پاس آیا۔
ڈاکٹر نے پوچھا: ''بیٹا! خالی پیٹ آئے ہو؟''
بچہ: ''نہیں مار کھا کر آیا ہوں۔'' (حرا سعید شاہ، گروٹ جوہر آباد)

ایک مسخرہ کسی آدمی کے گھر گیا۔ آدمی نے اسے دالان میں بٹھایا۔ جب چھت سے گڑگڑ کی آواز آئی تو مسخرا گھبرایا اور آدمی سے پوچھا کہ چھت سے گڑگڑ کی آواز کیوں آتی ہے۔
آدمی نے کہا: ''آپ گھبرایئے نہیں، اس مکان کا یہی معمول ہے، ہر وقت یادِ خدا میں مشغول رہتا ہے۔''
مسخرے نے کہا: ''اگر وہ یادِ خدا کرتے کرتے سجدہ میں آ گیا تو پھر؟''
(روحی اصغر، لاہور)

☆☆☆

http://www.urdutube.net
http://www.bookstube.net
www.pdfbooksfree.pk

میلبورن کرکٹ گراؤنڈ

دُنیا کے بڑے بڑے کرکٹ اسٹیڈیمز میں سے مشہور زمانہ آسٹریلیا کے شہر میلبورن کا عظیم الشان میلبورن کرکٹ گراؤنڈ ہے۔

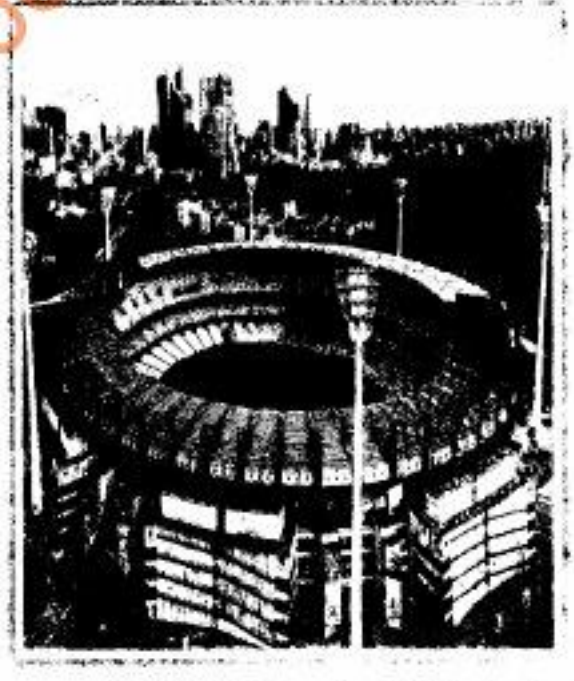

اس میں بیک وقت ایک لاکھ سے زائد افراد میچ دیکھ سکتے ہیں۔ اس کا فیلڈ سائز 171x146 مربع میٹر ہے۔ یہ اسٹیڈیم وکٹوریہ حکومت کے زیرِ انتظام ہے۔ میلبورن کرکٹ گراؤنڈ (MCG) آسٹریلیا کا سب سے بڑا اسٹیڈیم ہے۔ اس اسٹیڈیم میں 1956ء کا ورلڈ کپ منعقد ہوا تھا۔ 1854ء سے آغاز کرنے والے گراؤنڈ میں فٹ بال، رگبی اور میراتھن ریس بھی منعقد ہوتی رہی ہیں۔ اس میدان پر پہلا کرکٹ میچ 30 ستمبر 1854ء کو کھیلا گیا تھا جو وکٹوریہ اور نیو ساؤتھ ویلز کے درمیان ہوا تھا۔ 25 مارچ 1992ء کو پاکستان اور انگلینڈ کے درمیان ورلڈ کپ کا فائنل اسی میدان پر ہوا تھا جو پاکستان نے جیتا تھا۔ اس میچ کو اسٹیڈیم میں 87182 افراد نے دیکھا تھا۔ دُنیا کا پہلا الیکٹرک اسکور بورڈ بھی اسی گراؤنڈ میں لگایا گیا۔ 10 مارچ 1979ء کو پاکستان کے سرفراز نواز نے تباہ کن باؤلنگ کے ذریعے 86 رنز کے بدلے 9 کھلاڑی آؤٹ کرکے فتح حاصل کی تھی۔

سر الیگزنڈر فلیمنگ

پنسلین (Penicilin) متعارف کروانے والے سائنس دان سر الیگزنڈر فلیمنگ (Sir Alexander Fleming) 6 اگست 1881ء کو پیدا ہوئے۔ اسکاٹ لینڈ سے تعلق رکھنے والے فلیمنگ نے 73 برس کی عمر میں 11 مارچ 1955ء کو وفات پائی اور

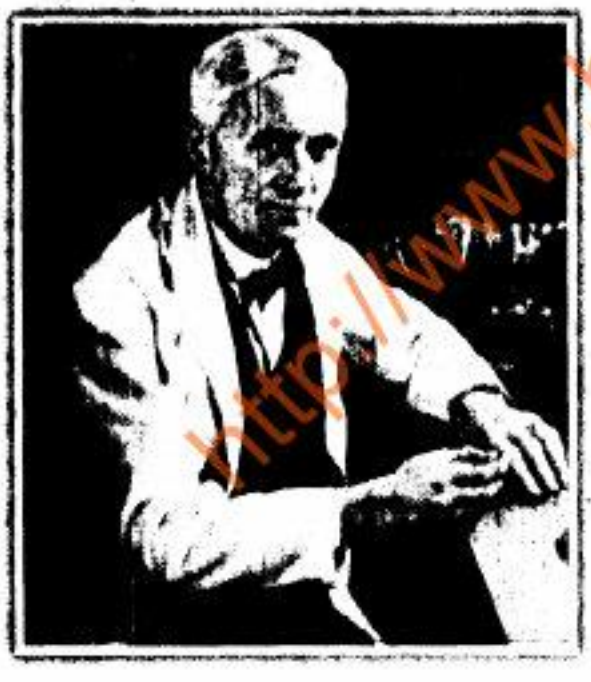

انگلینڈ میں دفن ہوئے۔ امپیریل کالج لندن کے تعلیم یافتہ سائنس دان نے 1945ء میں نوبل ایوارڈ بھی حاصل کیا۔ بیکٹیریالوجی (Bacteriology) اور Immunology پر گراں قدر تحقیقات پر کئی ایوارڈ حاصل کیے۔ آپ چار بہن بھائیوں میں

www.pdfbooksfree.pk

تیسرے نمبر پر تھے۔ آپ کے والد کسان تھے جن کا نام Hugh Fleming تھا جب کہ ماں کا نام Grace Stirling تھا۔ فلیمنگ سات برس کی عمر میں یتیم ہوگیا تھا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس نے پنسلین کے نام سے 28 ستمبر 1928ء سے اینٹی بایوٹک معلوم کی جسے پنسلین کا نام 7 مارچ 1929ء کو دیا گیا۔ اس دوا نے بے شمار لوگوں کی جان بچائی۔ فلیمنگ کی یاد میں Faroe جزائر نے ڈاک ٹکٹ بھی جاری کی۔

کرکٹ بیٹ

آج کل کرکٹ کا ورلڈ کپ پورے زور شور سے جاری ہے۔ بلے باز بیٹ سے رنز اُگل رہے ہیں۔ بلے کی لمبائی 965 ملی میٹر (38 انچ) جب کہ چوڑائی 108 ملی میٹر (4.25 انچ) ہوتی ہے۔ 1624ء میں پہلی بار گیند کو ہٹ کرنے کے لیے بیٹ متعارف کروایا گیا۔ بیٹ عموماً بید کے درخت (Willow) کی لکڑی سے

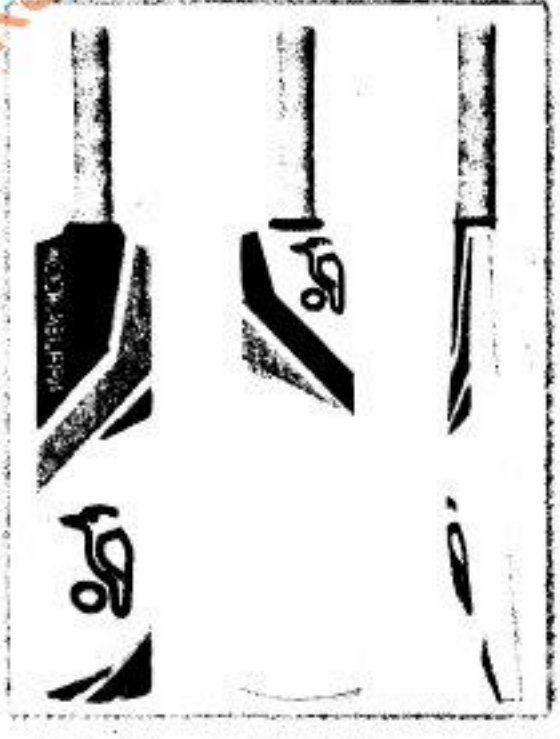

بنایا جاتا ہے۔ Willow کا سائنسی نام Salix Alba ہے۔ کرکٹ بیٹ کے چوڑے حصے کو بلیڈ کہا جاتا ہے جس کو پکڑنے کے لیے ہینڈل ہوتا ہے جس کو ربڑ گرپ کے ساتھ ڈھانپا گیا ہوتا ہے۔ کرکٹ بیٹ کے نچلے حصے کو Toe آف دی بیٹ کہا جاتا ہے۔ کرکٹ بیٹ کا وزن 1.2 سے 1.4 کلوگرام ہوتا ہے۔ پاکستان کے شہر سیال کوٹ میں عالمی معیار کے کرکٹ بیٹ تیار کیے جاتے ہیں۔

ٹیٹرا پیک

کھانے پینے کی اشیاء خاص کر دودھ کو جراثیم سے محفوظ رکھنے کے لیے ٹیٹرا پیک (Tetra Pack) متعارف کروایا گیا۔ دودھ کو پندرہ سیکنڈ کے لیے 71 ڈگری سینٹی گریڈ پر گرم کرنے کے بعد چار

تہوں میں سیل بند کر دیا جاتا ہے۔ ٹیٹرا (Tetra) کا مطلب چار ہے۔ اس میں سے ہوا نہیں گزر سکتی۔ چنانچہ دودھ کافی دنوں تک محفوظ رہتا ہے۔ 1951ء میں پہلی بار یہ پیکنگ میٹریل متعارف ہوا۔ 27 مارچ 1944ء کو ایسا کارٹن (Carton) استعمال کیا گیا جس میں دودھ طویل عرصہ تک محفوظ رہ سکتا تھا۔ 1946ء میں انجینئر "Harry Jarund" نے ایسی مشینیں متعارف کرائی جو کہ کارٹن واٹر پروف بنانے میں کام یاب ہوگئی۔ آج پاکستان میں بھی درجنوں کمپنیاں ٹیٹرا پیک پیکنگ میٹریل میں دودھ فروخت کر رہی ہیں۔

☆☆☆

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

پریشر ککر کیسے کام کرتا ہے؟

پریشر ککر کی افادیت سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ پریشر ککر 16 صدی عیسوی کے اواخر کی ایجاد ہے۔ پریشر ککر میں عام دیگچی کی نسبت کھانا پکانے میں 90 فی صد وقت کی بچت ہوتی ہے۔

کھانے پکنا، حرارت گیر عمل کہلاتا ہے۔ مختلف اشیاء کو پکانے کے لیے حرارت کی مقدار بھی مختلف ہوتی ہے۔ گائے کا گوشت 10 منٹ میں گل جاتا ہے جب کہ پائے 60 سے 100 منٹ میں پکتے ہیں۔ جب پانی کا بخاری دباؤ فضائی دباؤ کے برابر ہو جائے تو پانی اُبلنے لگتا ہے۔ یعنی بخاری دباؤ اور فضائی دباؤ میں توازن (Equilibrium) پیدا ہو جاتا ہے۔ جب یہ توازن قائم رہتا ہے تو پانی اُبلتا رہتا ہے۔ پریشر کے اوپر ویٹ کا حرکت کرنے کی وجہ سے بخارات مسلسل خارج ہوتے رہتے ہیں۔ مسلسل حرارت ملتے رہنے کی وجہ سے بخارات بننے کی شرح، توازن قائم رکھنے کے لیے درکار شرح سے زیادہ ہوتی ہے جب کہ اس توازن کو قائم رکھنے کے لیے بخارات مسلسل خارج ہوتے رہتے ہیں۔ کھانا جلد پکنے کی وجہ پریشر ککر میں دباؤ اور درجہ حرارت میں اضافہ ہے۔

پریشر ککر کا درجہ حرارت 120 سے 150 ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ پانی اُبالنے کے لیے درجہ حرارت 100 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے جب کہ یہی پانی پریشر ککر میں 100 ڈگری سینٹی گریڈ سے بلند درجہ حرارت پر اُبلتا ہے۔ کم وقت میں پکنے والی شے کو مطلوبہ مقدار حرارت مل جاتی ہے لہٰذا یہی کھانا کسی کھلی دیگچی میں پکایا جائے تو دیر سے پکتا ہے۔ پریشر ککر کی نلی پر رکھا ویٹ بھاپ کو خارج ہونے سے روکتا ہے جس سے پانی کے اُبلنے کا درجہ حرارت 100 سینٹی گریڈ سے بڑھ جاتا ہے۔ جو بخارات ککر کے ویٹ کو دھکا دے کر خارج ہو جاتے ہیں، وہ فضا میں بھاپ بن کر اُڑ جاتے ہیں جب کہ ککر میں موجود بخارات کھانے میں جذب ہو کر کھانے کا درجہ حرارت بڑھا دیتے ہیں۔

دوسرے الفاظ میں فضائی بخارات کے مقابلے میں پریشر ککر میں بننے والے بخارات گرم ہوتے ہیں اور یوں پریشر ککر میں جلد کھانا بن جاتا ہے۔

پریشر ککر سے جہاں وقت اور ایندھن کی بچت ہوتی ہے، وہاں اس کے استعمال میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ پانی کی مقدار کم رکھی جائے۔ پانی کی مقدار پکنے والی چیز کے مطابق ڈالیں۔ پریشر ککر کی ربڑ کو چیک کیجیے کہ یہ قابل استعمال ہے یا نہیں۔ موزوں ربڑ وہ ہے جو موڑنے سے نہ ٹوٹے اور نہ چٹخنے کے آثار نمایاں ہوں۔ پھر ککر کے کناروں کو چیک کریں کہ ان پر پیچ وغیرہ ٹکرانے کے گہرے نشان تو نہیں کیوں کہ زیادہ گہرے نشان ہوں گے تو ربڑ درست طور پر ککر کو سیل نہیں کر سکے گا اور ککر میں بننے والا دباؤ خارج ہوتا رہے گا۔ اس کے بعد اس کے والو کے سوراخ چیک کریں کہ یہ بالکل جام نہ ہوں۔ اخراج کی نلی میں منہ سے پھونک ماریں یعنی ککر میں ہوا داخل کریں۔

اس دوران سیفٹی والو کو انگلی سے بند رکھیے۔ اگر انڈی کیٹر کی سوئی حرکت کرتی ہوئی اوپر چلی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ انڈی کیٹر کی سوئی درست کام کر رہی ہے۔ آج کل بازار میں ایلومینیم کے ککر بہت دستیاب ہیں۔ ایلومینیم سے ایصال حرارت (کنڈکشن) بہتر ہوتا ہے۔ یعنی یہ حرارت کو تیزی سے منتقل کرتا ہے اور یوں ایلومینیم کا برتن جلدی گرم ہو جاتا ہے۔ کھانوں میں مصالحہ جات (تیزاب) موجود ہوتے ہیں، جن سے ایلومینیم کیمیائی تعامل کرتا ہے جو کھانوں میں جذب ہو کر صحت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کے برعکس اسٹیل کے برتن زیادہ بہتر ہوتے ہیں کیوں کہ یہ کسی شے سے بہ آسانی کیمیائی تعامل نہیں کرتے۔ اس لیے ان کے گلنے کا عمل بھی بہت سست ہوتا ہے اور ان کی سطح بھی چکنی رہتی ہے اور صفائی بھی آسانی سے ہو جاتی ہے۔ ☆☆☆

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

پتنگا

رنگین و رومانوی حشرہ

پتنگا (پروانہ) اور تتلی ایک ہی خاندان کے حشرے ہیں۔ پتنگوں کے پَر رنگین اور خوب صورت ہوتے ہیں۔ ان کے حسن و جمال نے مصوروں، مصنفوں، ادیبوں، شاعروں اور موسیقاروں کو بہت متاثر کیا ہے۔ پروانے روشنی کی طرف فطری کشش محسوس کرتے ہیں۔ پروانے دنیا کے ہر خطے میں پائے جاتے ہیں۔ سرد خطوں میں چھوٹے پروانے کثرت سے ہوتے ہیں۔ گرم علاقوں میں نسبتاً بڑے اور زیادہ دل فریب ہوتے ہیں۔ اس وقت تک پروانوں کی تقریباً ایک لاکھ اقسام دریافت ہو چکی ہیں۔ مجموعی طور پر پروانے حسن و جمال اور تفریحِ طبع کا سامان فراہم کرتے ہیں مگر چند مضر اقسام، نقصان دہ آفتوں کا کردار بھی ادا کرتی ہیں۔

پروانوں کی سب سے بڑی اور حسین قسم اٹلس پروانہ ہے۔ اس کے پَروں کی لمبائی 1/2 9 سے 9 انچ (24 سینٹی میٹر) ہوتی ہے۔ اٹلس پروانہ جنوب مشرقی ایشیا میں عام پایا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ حشرہ لیموں اور کافی کے درختوں اور چائے کے پودوں کے لیے نقصان دہ ہے۔

مرگ سرا عقابی پروانہ جنوبی یورپ اور جنوبی ایشیا میں پایا جاتا ہے۔ اس کے نام کا سبب اس کے سر کے اوپر انسانی کھوپڑی کے مشابہہ نمایاں نشان ہے۔ بعض مرتبہ یہ پروانہ وسطی یورپ اور وسطی برطانیہ کی طرف نقل مکانی کر جاتا ہے لیکن مغرب کے سرد موسم کی وجہ سے شدید سرد موسم برداشت نہیں کر سکتا۔ عقابی پروانہ پھولوں کے رس نہیں چوس سکتا۔ میٹھی غذا حاصل کرنے کے لیے یہ دوسرے ذرائع استعمال کرتا ہے۔ شہد چاٹنے کے لیے یہ بعض اوقات شہد کے چھتوں میں جا گھستا ہے اور مشتعل مکھیوں کے ہاتھوں مارا جاتا ہے۔ عقابی پروانہ عجیب و غریب آوازیں نکالتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے منہ کے صوتی حصوں میں ایسی سیٹیاں نصب ہوں، جن سے چوہوں کی سی اونچی آوازیں نکلتی ہیں۔ پروانوں کی کشش اور پسندیدگی کا سبب ان کے پَر ہوتے ہیں لیکن چند اقسام ایسی بھی ہیں جن کے پَر نہیں ہوتے۔ بحرِ ہند کے جنوب میں ایک چھوٹا سا دُور افتادہ جزیرہ کرگولین ہے جہاں تند و تیز ہوائیں چلتی ہیں جس کے سبب پروانے یا اُڑنے والے حشرات ان تیز ہواؤں کی زد میں آ کر سمندر میں گر جاتے ہیں۔ لہٰذا اپنی بقا کے ارتقائی عمل کے دوران ان کے پَر غائب ہو جاتے ہیں۔ اب ہوا میں اُڑنے کے بجائے یہ پروانے زمین پر رینگتے ہیں اور رینگنے کے لیے اپنی طاقت ور ٹانگوں سے کام لیتے ہیں۔

بعض پروانوں کو اپنے دفاع کے لیے قدرت نے حیرت انگیز ساز و سامان عطا کیے ہیں۔ پروانوں کی ایک قسم ہرنٹ پروانہ ہے جو اُڑنے میں سست ہوتا ہے اور شکاری پرندے اسے جلد پکڑ لیتے ہیں مگر قدرت نے اس کے دفاع کے لیے ایک عجیب و غریب کیمیاوی ہتھیار عطا کیا ہے۔ اس کے سر کے چند غدودوں سے ایک بدمزہ رس اور ایک قسم کا زہر خارج ہوتا رہتا ہے۔ شکاری اس بدمزہ رس کی وجہ سے دوسری بار ہرنٹ پروانے کے قریب نہیں پھٹکتے۔ ایک اور قسم کا پروانہ بھڑ (ہارنٹ موتھ) ہے جو شکل و صورت سے کاٹنے والی بھڑ سے ملتا جلتا ہے۔ اسی لیے اسے اصل بھڑ سمجھ کر شکاری اس حشرے سے دُور رہتے ہیں۔

قرآن کریم میں بھی پروانے کا ذکر موجود ہے۔ عربی لفظ فراشہ (جمع فراش) کے معنی ہیں پروانہ۔ یہ لفظ تتلی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مگر قرآن کریم میں فراشہ واضح طور پر پروانے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ سورہ نمبر 101، القارعہ کی چوتھی آیت میں یوں موجود ہے:

"اس دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند ہوں گے۔"

اس روز لوگ دیوانہ وار اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے ایسے پریشان دکھائی دیں گے جیسے روشنی کے سامنے آئے ہوئے لاتعداد پروانوں کے جتھے اور لشکر۔ ☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

تینوں بچے امی کے پاس باورچی خانے ہی میں کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ اسی دن گاؤں سے خالص گھی آیا تھا اور امی جان بڑے پیار سے بچوں کو گرما گرم روٹیاں سوندھی سوندھی خوشبو والے گھی کے ساتھ چپڑ کر دے رہی تھیں۔ عظمیٰ اور طارق کے بعد بڑے بیٹے بابر کی باری آئی۔ جب امی نے اس کے سامنے چپڑی ہوئی روٹی کی پلیٹ رکھی تو عظمیٰ بولی: ''امی! میں ایک اور روٹی لوں گی!''

''مگر چپڑی ہوئی نہیں!'' طارق جھٹ سے بولا۔

''ہاں ہاں چپڑی ہوئی اور امی جی! دوسری روٹی بھی چپڑ کر دیں۔'' عظمیٰ نے ٹھنک کر کہا۔

طارق نے اسے کہنی سے ہلکا سا ٹھوکا دے کر کہا: ''واہ! اتنی ہی نواب صاحب ہیں، چپڑی ہوئی دو دو روٹیاں لیں گی۔''

''چلو طارق! پھر کیا ہوا، چھوٹی بہن ہے، یوں نہیں کہتے۔'' بڑے بھائی نے کہا۔

''تم بھی دو لے لینا۔'' ماں ہنس کر بولیں۔

''جی نہیں! میرا تو پیٹ بھر گیا، یہی ہیں پیٹو کہیں کی۔''

اتنے میں ان کے ابو گھر میں داخل ہوئے۔ وہ بچوں کے گرم کپڑے لے کر آئے تھے۔ اب اتفاق سے طارق کا سویٹر چھوٹا تھا جو عظمیٰ کو پورا آ گیا۔ ابو نے وہ بھی اسے دے دیا۔ اس پر طارق بگڑ گیا کہ عظمیٰ کو دو دو سویٹر مل گئے۔

''واہ! یہ کیا بات ہوئی، یہ بڑی نواب صاحب ہے نا، یہ سویٹر نہ ہوئے روٹیاں ہو گئیں کہ چپڑی اور دو دو۔ میں نہیں دوں گا اسے اپنا سویٹر۔'' اس پر سب ہنسنے لگے۔ ابو نے پوچھا: ''یہ چپڑی ہوئی روٹیاں کا یہاں کیا ذکر آ گیا؟''

امی نے بتایا کہ ''عظمیٰ نے چپڑی ہوئی دو روٹیاں مانگیں، اسی کا طارق کو غصہ ہے۔'' اس پر ابو کہنے لگے:

''چلو بیٹا! آپ کا کوٹ بھی تو بنے گا نا، کوٹ کا ناپ دینے دونوں بھائی میرے ساتھ چلو گے تو سویٹر بھی آپ اپنی پسند کا خرید لینا۔''

یہ سن کر عظمیٰ بولی: ''لو اب تو خوش ہو جاؤ، اب تو تمہیں بھی چپڑی اور دو دو مل جائیں گی۔'' طارق اور عظمیٰ کا یہ محاورہ سارے خاندان میں مشہور ہو گیا۔ جب بھی کوئی ایسا موقع ہو کہ کسی کو دہرا فائدہ حاصل ہو رہا ہو تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ واہ! چپڑی اور دو، دو۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

زنگر برگر

اجزاء:

چکن بریسٹ: آدھا کلو　نمک: ایک چائے کا چمچ　کالی مرچ پاؤڈر: ایک چائے کا چمچ　مسٹرڈ پاؤڈر: ایک چائے کا چمچ
چائنیز نمک: ایک چائے کا چمچ　ووسٹر ساس: دو کھانے کے چمچ　تیل: ایک کپ　بن: حسب ضرورت
چیز سلائس: ایک پیکٹ　مایونیز: حسب ذائقہ

فرائی کرنے کے لیے آمیزہ بنانے کے اجزاء:

میدہ: دو چائے کے چمچ　کارن فلور: دو کھانے کے چمچ　نمک: آدھا چائے کا چمچ　بیکنگ پاؤڈر: ایک چوتھائی چائے کا چمچ
انڈہ: ایک عدد　چاولوں کا آٹا: دو کھانے کے چمچ　یخ ٹھنڈا پانی: حسب ضرورت

کوٹنگ کے لیے اجزاء:

کارن فلیکس: ایک کپ　بریڈ کرمز: ایک کپ　چپس یا کرسپ: ایک کپ

ترکیب: سب سے پہلے چکن کے ٹکڑوں کو کسی بھاری چیز سے چپٹا کر لیں، پھر اوپر بتائے گئے تمام مصالحے مکس کر کے چکن میں لگا لیں اور رات بھر کے لیے رکھ دیں تاکہ مصالحے مرغی میں جذب ہو جائیں۔ فرائی کرنے کے لیے اوپر بتائے گئے تمام اجزاء کو اسی طرح مکس کر کے یخ ٹھنڈے پانی سے گاڑھا آمیزہ بنا لیں۔ کوٹنگ کے تمام اجزاء کو ملا کر موٹا موٹا کوٹ لیں۔ دھیان رہے کہ پاؤڈر نہیں بنانا۔ کڑاہی میں تیل گرم کر کے پھر مصالحے لگے چکن کے ٹکڑوں کو پہلے فرائی کرنے والے آمیزے میں ڈپ کریں، پھر کوٹنگ کے آمیزے میں رول کر کے تیل میں گولڈن براؤن ہونے تک بارہ سے پندرہ منٹ کے لیے ڈیپ فرائی کر لیں۔ چھری سے بن کے دو ٹکڑے کریں اور ان پر مایونیز لگا لیں، پھر فرائی مرغی کا پیس، چیز سلائس اور سلاد کا پتہ رکھ کر برگر بنائیں اور چپس کے ساتھ کھانے کے لیے پیش کریں۔

کرنچی فلے برگر

اجزاء:

چکن بریسٹ فلے: دو عدد　نمک: 3/4 چائے کا چمچ　برگر بن: 4 عدد　سلاد پتے: 4 عدد
چیز سلائس: 4 عدد　مایونیز: 4 کھانے کے چمچ　مرکہ: 3 کھانے کے چمچ

بیٹر کے اجزاء:

میدہ: 3 کھانے کے چمچ　کارن فلور: 2 کھانے کے چمچ　بیکنگ پاؤڈر: 1/2 چائے کا چمچ　نمک: 1/2 چائے کا چمچ
کالی مرچ: 1/2 چائے کا چمچ　انڈہ: ایک عدد　ٹھنڈا پانی: حسب ضرورت　فرائز: سرو کرنے کے لیے

ترکیب: ☆ایک پیالے میں تین کھانے کے چمچ میدہ، دو کھانے کے چمچ کارن فلور، آدھا چائے کا چمچ بیکنگ پاؤڈر، آدھا چائے کا چمچ نمک، آدھا چائے کا چمچ کالی مرچ، ایک عدد انڈا اور حسب ضرورت ٹھنڈا پانی ڈال کر مکس کریں اور بیٹر بنا لیں۔ ☆دو عدد چکن بریسٹ کے 3/4 چائے کا چمچ نمک اور بیٹر سے میری نیٹ کر لیں۔ ☆اب اسے تیار بیٹر میں ڈپ کر کے شیلو فرائی کریں، یہاں تک کہ وہ کرسپ اور گولڈن ہو جائیں۔ ☆چار عدد برگر بن کے ان پر مکھن اور چار کھانے کے چمچ مایونیز لگائیں۔ اوپر چار عدد چیز سلائس رکھ کر فرائی چکن کا فلے رکھ دیں۔ ☆اب اس پر چار عدد سلاد پتے رکھ کر ایک کھانے کا چمچ مایونیز لگائیں۔ پھر برگر بن رکھ کر فرائز کے ساتھ سرو کریں۔

www.pdfbooksfree.pk

بوجھو تو جانیں

1- اس ملک کا نام بتاؤ
جس کے حرف ہیں تین
آخر میں "ی" جو لگائیں
میٹھی چیز بنے اک حسین

☆

2- جب بھی آیا شور مچایا
آپ کو اپنے پاس بلایا
آپ نے پھر جلدی سے آ کر
بات سنی ہے کان لگا کر

کرن فاروق، گوجرانوالہ

3- شیشے کا گھر لوہے کا مکان

4- ایک اُستاد ایسا کہلائے آپ نہ بولے سبق پڑھائے

زینب محمود، گوجرانوالہ

5- کالی چادر سفید پھول ان پر مٹی ہے نہ دھول

عدن سجاد، جھنگ صدر

6- کٹورے پہ کٹورا بیٹا باپ سے بھی گورا

صفار شید، کراچی

7- پہاڑ سے اُترے دو ملنگ سبز کپڑے سرخ رنگ

8- اس کو بہت غصہ آتا ہے وہ صرف لکڑی کھاتا ہے
ہر رنگ کے کھانے پکاتا ہے جو اسے چھوئے بھاگ جاتا ہے

9- پتلی سی ہے لاڈو رانی کھائے وہ مٹی اور پانی
رنگ سفید اور بال مرے قدرت نے دو رنگ بھرے

محمد یاسر جاوید، گجرات

10- پھل تم وہ ضرور کھانا جس میں ہوں جنت کا دانا

فاطمۃ الزہرہ، لاہور

http://www.bookstube.net/

دکان میں اچانک آگ لگ گئی۔ منے میاں کہیں پاس سے گزر رہے تھے انہوں نے جو جلتی چیزیں دیکھیں تو تماشے کے لیے ٹھہر گئے۔ اب جو ان کی نظر ہیٹ پر پڑی تو لپکا گئے۔ اب یہ کیسے ہو کہ آگ سے بھی بچ جائیں اور مختصر وقت میں ہیٹ بھی باہر نکال لائیں!

ہندسے ملا کر تصویر مکمل کیجیے۔

www.pdfbooksfree.pk

م	ب	ا	ر	ک	ق	ا	ذ	م	ث
ن	ط	چ	ث	ظ	ل	ب	ء	چ	ڈ
پ	ر	ش	م	ش	ی	ر	ظ	ی	ع
چ	ض	ہ	ظ	ص	ے	م	ع	گ	ش
ب	خ	ع	پ	ژ	ج	م	ا	ن	ظ
ر	د	ن	م	س	غ	ح	ع	ر	ف
م	ن	خ	ص	ز	ط	ف	د	ف	و
ا	ق	ر	ی	ب	ء	ل	ج	ا	ڑ
ت	غ	ط	س	ع	م	ا	ر	ت	ق
م	ن	ب	ش	ف	گ	م	ص	ذ	ح

آپ نے حروف ملا کر دس الفاظ کے نام تلاش کرنے ہیں۔ آپ ان ناموں کو دائیں سے بائیں، بائیں سے دائیں، اُوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر تلاش کر سکتے ہیں۔ آپ کے پاس وقت دس منٹ کا ہے۔ جن الفاظ کو آپ نے تلاش کرنا ہے وہ یہ ہیں:

شمشیر، افرنگی، شبنم، بچپن، سمندر، محفل، عمارت، مذاق، مبارک، قریب

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

آئی بہار

چھا گئی چھا گئی چمن پہ بہار
پتے پتے پہ آ گیا ہے نکھار

پھول ہی پھول مسکراتے ہیں
سرخ تارے سے جھلملاتے ہیں

ڈالیاں جھومتی ہیں رہ رہ کر
گھاس کو چومتی ہیں رو رو کر

ایک پتلی سی نیل پھولوں کی
آسماں کے قریب جا پہنچی

ایک جانب ہے مچھلیوں کی قطار
اور ہیں دوسری طرف دیو دار

جھنڈ ہے اس طرف کھجوروں کا
میلا سا لگ رہا ہے حوروں کا

وہ اُچھلتا ہے ایک فوارہ
وہ اُبلتا ہے نور کا دھارا

ننھی چڑیاں پھدک رہی ہیں کہیں
بند کلیاں مہک رہی ہیں کہیں

اس طرف ہے بہار پھولوں کی
اس طرف ہے قطار جھولوں کی

کوئلیں کوکتی ہیں کو کو کو!
قمریاں ذکر کرتی ہیں یا ہو

شہد کی مکھیاں جب آتی ہیں
پھولوں کو لوریاں سناتی ہیں

ٹھنڈے جھونکے ہوا کے آتے ہیں
چھیڑ کر دل کو گدگداتے ہیں

گیت گاؤں کہ جی کو بہلاؤں
سوچتا ہوں پڑھوں کہ سو جاؤں

رفیق احمد خاں

http://www.kidstube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

''ارے یہ دیکھو! میٹرو (Matro) کی نئی مصنوعات.....''

چھوٹے والا نے ایک رنگین کتابچہ ہاتھ میں لہراتے ہوئے کہا۔

''آہا! میری پسند.....'' گنجے والا نے چہک کر کہا۔''ذرا دکھانا تو.....''

اور پھر سارا کھڑکھاند گروپ کتابچے پر جھک گیا۔

''ارے یہ دیکھو، ان کی تو اپنی ویب سائٹ بھی ہے۔'' اچانک ملنگی نے حیران ہو کر کہا۔

''ارے واہ! اس کا مطلب ہے، ہم نیٹ پر بھی نت نئی مصنوعات دیکھ سکتے ہیں۔'' مبارکاں نے خوش ہو کر کہا۔

''ارے بھائی کیا بات کرتے ہو، آج کل تو جوتے بیچنے والوں کی بھی ویب سائٹس بنی ہوئی ہیں۔'' دادا بڈی نے منہ بنایا۔

''زبردست آئیڈیا.....'' اچانک گنجے والا اُچھل پڑا۔

''کہاں.....؟'' چھوٹے والا نے یوں اِدھر اُدھر دیکھا جیسے آئیڈیا قریب ہی کہیں چہل قدمی کر رہا ہو۔

''ارے بے وقوف..... میرے دماغ میں ہے آئیڈیا!'' گنجے والا نے فخر سے اپنا گنجا سر ہلایا۔

''اچھا!!!!!.....'' چھوٹے والا نے جوابی حملہ کیا۔''ہم تو یہی سمجھتے آئے ہیں کہ اس میں بھوسا بھرا ہوا ہے۔''

''کچھ تو بھرا ہوا ہے ناں! آپ کی طرح بالکل ہی خالی تو نہیں۔'' گنجے والا نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا اور چھوٹے والا بے چارہ کٹ کر رہ گیا۔

''یار پہلے آئیڈیا تو سن لو۔'' مبارکاں نے جھلا کر کہا۔''شاید مرغی کھانے کا سکوپ بن جائے۔''

مبارکاں کی بات سن کر سب نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

گنجے والا نے پُر جوش انداز میں کہا۔''یارو دیکھو..... آج کل ہر کسی کی ویب سائٹ ہے تو کھڑکھاند گروپ کی کیوں نہ ہو۔ ہمیں کھڑکھاند گروپ کی ویب سائٹ بھی ضرور بنانی چاہیے۔''

''زبردست..... اور اس کا نام ہو گا..... کھڑکھاند گروپ ڈاٹ کام۔'' دادا بڈی نے چہک کر کہا۔

''کھڑکھاند گروپ.....!'' چھوٹے والا نے زوردار نعرہ لگایا۔

''زندہ باد!'' سب نے حلق پھاڑ کر کہا۔

''لیکن کمپیوٹر کہاں سے لائیں گے، وہ تو کسی کے پاس ہے ہی نہیں!'' ملنگی نے اہم نکتہ اُٹھایا۔

''وہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔'' گنجے والا نے کہا۔''میرا ویسے بھی لیپ ٹاپ لینے کا ارادہ تھا۔ اسی بہانے کھڑکھاند گروپ ڈاٹ کام بھی بن جائے گی۔''

''مبارکاں مبارکاں.....'' مبارکاں نے چلا کر کہا۔''آ گئی مرغی.....!''

گنجے والا نے یہ سن کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔''اب اس مفت خورے کے منہ میں بھی زہر کا لقمہ ڈالنا پڑے گا۔''

www.pdfbooksfree.pk

دادا بڈی نے یہ سن کر فلسفہ جھاڑا: ''دُنیا میں دو کام انتہائی مشکل ہیں، ایک اپنے خیالات دوسرے کے ذہن میں فٹ کرنا اور دوسرا کسی اور کی رقم اپنی جیب میں منتقل کرنا۔ جو پہلے کام میں ماہر ہوتا ہے، اسے اُستاد کہتے ہیں اور جو دوسرے کام میں ماہر ہوتا ہے، وہ 'مبارکاں' کہلاتا ہے۔''

''اور جو دونوں کاموں میں ماہر ہو.....؟'' ملنگی نے بے صبری سے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ دادا بڈی کوئی افلاطونی قسم کا جواب دیتا، گنجے والا نے ایک سرد آہ بھری اور کہا۔'' دوستو! اس ہستی کو دنیا بیوی کے نام سے جانتی ہے.....!!!''

''ہاہاہا.....'' چھوٹے والا نے قہقہہ لگایا۔

''ہنس لو بیٹے ہنس لو..... جب تیری شادی ہوگی تو پھر دیکھوں گا کہ کیسے ہنستے ہو۔'' گنجے والا نے جل بھن کر کہا۔

''یارو! مرغی کا کچھ کرو۔'' مبارکاں نے دہائی دی۔

''یاروں کے لیے جان بھی حاضر ہے۔ کل ہی لیپ ٹاپ لینے جائیں گے اور واپسی پر مرغی کا کلیجہ بھی لیتے آئیں گے۔'' گنجے والا نے گویا حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے ہوئے کہا۔

''ہاں..... اور کیا؟'' ملنگی نے چہک کر کہا۔'' ہمارے ساتھ رہو گے، عیش کرو گے..... زندگی کے سارے مزے کیش کرو گے!''

مبارکاں نے دعائیں دیتے ہوئے کہا:'' اللہ کرے ہر دن آپ کی خوشیاں پٹرول کے ریٹ کی طرح بڑھتی رہیں اور غموں کی سپلائی بجلی کی طرح بند رہے۔ آپ کی زندگی کے مسائل ایسے ختم ہو جائیں، جیسے پاکستان سے ریلوے ختم ہو رہی ہے۔ اللہ کرے آپ کے دشمن ہمیشہ پاکستانی ٹیم کی طرح ہارتے رہیں..... اور آپ کے شہر سے خوف ایسے بھاگے، جیسے فائرنگ سن کر پولیس.....!!!''

اور اس کی یہ انوکھی دعائیں سن کر کھڑکھاند گروپ ہنس ہنس کر بے حال ہو گیا۔ .....☆.....

اگلے ہی دن لیپ ٹاپ آ گیا۔ سب نے اس پر ہاتھ سیدھے کیے۔ پھر گنجے والا نے اس پر پاس ورڈ لگایا اور اسے گھر میں رکھ کے سب لوگ ''جھوت حویلی'' پہنچ گئے۔

زبردست قسم کی کلیجی جلد ہی تیار ہو گئی، سب لوگ بے صبری سے اس پر جھپٹ پڑے۔ ابھی گنجے والا نے ایک ہی کلیجہ کھایا تھا کہ اچانک اس کے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔

''زندگی کی تلاش میں ہم، موت کے کتنے پاس آ گئے!''

''ہیلو! کیا بات ہے.....؟'' گنجے والا نے بے صبری سے کہا کیوں کہ چھوٹے والا کلیجے پر بڑی تیزی سے ہاتھ صاف کر رہا تھا۔

''ابو! ونڈو کا لاک نہیں کھل رہا، کیا کروں؟ دوسری طرف سے ان کے لختِ جگر نے دہائی دی۔

''ارے بیوقوف! تھوڑا سا تیل گرم کر کے ڈالو۔'' گنجے والے نے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''مگر ابو.....'' اس نے حیران ہو کر کہا۔'' کیا اس طرح لاک کھل جائے گا؟''

''اُلو کے پٹھے.....'' گنجے والا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ ''ٹرائی تو کرو!!!''

''جی ابو.....'' اس نے بوکھلا کر کہا اور فون کاٹ دیا۔

گنجے والا فوراً کلیجے پر جھپٹا لیکن مبارکاں اور چھوٹے والا اتنی دیر میں کام دکھا چکے تھے۔ گنجے والا کی قسمت میں مرغے کے دل ہی آئے تھے۔ لو ہم تمہیں دل دیتے ہیں، کیا یاد کرو گے۔

تھوڑی دیر بعد پھر کال آ گئی۔

''بکو..... جو بکنا ہے۔'' گنجے والا کا غصہ عروج پر تھا۔

''وہ..... ابو جی..... وہ.....'' ان کے نورِ نظر نے ڈرتے ڈرتے کہا۔'' ہم نے تیل گرم کر کے ڈالا ہے..... لیکن ابو..... اب تو لیپ ٹاپ (Laptop) ہی نہیں کھل رہا۔''

''کک..... کیا..... مم..... میں مر گیا.....'' گنجے والا کے منہ سے نکلا اور وہ غش کھا کر گر پڑا۔

یہ عقدہ ان کے ہوش میں آنے کے بعد ہی کھلا تھا کہ ان کا بیٹا Windows کے لاک کا پاس ورڈ Password پوچھ رہا تھا۔ اور گنجے والا اسے کھڑکی کا تالا سمجھ بیٹھے تھے۔ چناں چہ جب لیپ ٹاپ میں گرم تیل ڈالا گیا تو اس کا کباڑا تو ہونا ہی تھا۔

اور دوستو! اس طرح کھڑکھاند گروپ آن لائن Online نہ ہو سکا اور www.khirkhandgroup.com کا خواب ادھورا رہ گیا۔ بقول شاعر

یہ الگ بات ہے، شرمندۂ تعبیر نہ ہوں
ورنہ ہر ذہن میں کچھ تاج محل ہوتے ہیں

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

کھوج لگایئے!

ذہانت آزمائیں اور 500 روپے کی کتابوں کا انعام پائیں۔

احسن اور عمیر چاکلیٹ بہت شوق سے کھاتے تھے جیسے بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ اسکول میں جب بریک ٹائم ہوا تو سب بچے کینٹین کی طرف دوڑے۔ بچوں کی بھوک شدت پر تھی۔ سب بچے اپنے لنچ باکس سنبھالے گراؤنڈ کے بنچوں پر براجمان ہو گئے۔ کچھ بچے اپنے جیب خرچ کے ساتھ کینٹین پر قطار میں کھڑے ہو گئے۔ احسن اور عمیر کی نظر ایک بینر پر پڑی جس پر لکھا تھا۔

''زبردست آفر!''

یہ ایک چاکلیٹ کی آفر تھی، دکان دار ایک روپے میں ایک چاکلیٹ دیتا ہے اور تین ریپر واپس کرنے پہ ایک چاکلیٹ اور دیتا ہے۔

پیارے بچو! آپ بتائیں تو 15 روپے میں کتنی چاکلیٹ حاصل کی جا سکتی ہیں؟ آپ کی سہولت کے لیے بتا دیں کہ حاصل کی جانے والی چاکلیٹ کی تعداد 20 سے زیادہ ہے۔

فروری 2015ء میں شائع ہونے والے ''کھوج لگایئے'' کا صحیح جواب یہ ہے:

گھونگا 16 دن بعد کنویں سے نکل آئے گا۔ 15 دن وہ 15 فٹ چڑھے گا اور آخری دن مزید 5 فٹ چڑھ کر باہر آئے گا۔

فروری 2015ء کے کھوج لگایئے میں قرعہ اندازی کے ذریعے درج ذیل بچے انعام کے حق دار قرار پائے ہیں:

1۔ اقصیٰ شہباز، لاہور
2۔ راشا احمد، ڈیرہ غازی خان
3۔ ایمہ فجر ظفر قریشی، میر پور آزاد کشمیر
4۔ عزت مسعود، فیصل آباد
5۔ محمد سلیم مغل، قصور

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

میری دادی اماں کے سونے کے کمرے میں ایک کونے میں ایک قدآدم الماری کھڑی تھی۔ جس کے ساتھ ہی ایک بہت بھاری بھرکم صندوق پڑا ہوا تھا۔ اس کا ڈھکن اتنا بھاری تھا کہ میرے جیسا بچہ اکیلا اسے نہیں کھول سکتا تھا اور دادی اماں بھی اکثر مجھے کہتیں کہ کبھی خود ڈھکن کھولنے کی کوشش نہ کرنا۔ کیوں کہ تمہیں پتا ہے کہ اگر یہ تمہاری انگلیوں پر گر گیا..... اور پھر یہ سوچ کر ہی کہ کیا ہوسکتا ہے؟ ان کو ایک جھرجھری سی آ جاتی۔ ایسا محسوس ہوتا کہ وہ اس بارے میں سوچنا ہی نہیں چاہتیں۔ مجھے اس بات میں قطعی دل چسپی نہیں تھی کہ صندوق کے اندر کیا کیا رکھا ہوا ہے۔ وہ تکیوں، بیڈشیٹس اور تہہ شدہ تکیوں کے غلافوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں کئی دفعہ حیران ہو کر دادی اماں سے پوچھتا کہ کیا یہ ضروری ہے؟ کہ ہم روزانہ بستر بنانے کے لیے ان چیزوں کو صندوق سے نکالیں اور پھر صبح تہہ کر کے صندوق میں رکھیں۔ تو دادی اماں ہنس کر کہتیں کہ اگر ہم سارا دن یہ بستر بچھے ہی رہنے دیں تو ہمارا گھر ایسے لگے گا جیسے ریلوے اسٹیشن پر کرائے کے بستر دینے والا کوئی ہوٹل۔ پھر وہ اپنی امی اور اپنے بچپن کا ذکر کرتیں۔ وہ بتاتیں کہ ان کی امی آخری عمر میں تقریباً بینائی سے محروم ہوگئی تھیں لیکن اس کمی کے باوجود ان سے بہتر بستر کوئی نہیں بنا سکتا تھا کئی دفعہ میری دادی اماں صندوق کے پیچھے والی جگہ کو صاف کرنا چاہتیں۔ میں اور میری بہن ہمیشہ ان کے کام میں ان کی مدد کرتے اور جب صندوق خالی ہوتا تو اسے ہم کونے سے صفائی کے لیے آگے دھکیلتے۔ کبھی کبھی ہم دادی اماں سے آنکھ بچا کے اس کے اوپر چڑھ کر بیٹھ جاتے اور اس طرح ہاتھ پاؤں مارتے جیسے ہم کسی کشتی میں سوار ہیں اور سمندری طوفان میں اس کی لہروں سے لڑ رہے ہیں۔

ایک دن میری بہن نے دادی اماں سے پوچھا کہ اماں اگر صندوق کے نیچے پیسے لگا دیے جائیں تو اسے آگے پیچھے دھکیلنا اور کسی اور جگہ لے جانا کتنا آسان ہو جائے گا۔ دادی اماں نے ٹھنڈی سانس بھر کے میری بہن کو جواب دیا کہ ہاں بیٹی یہ تو میں بھی جانتی ہوں۔ مگر جب سے قانون بنا دیا گیا ہے کہ صندوقوں کے نیچے پیسے نہیں لگ سکتے تب سے میں نے مجبوری میں اس کے نیچے پیسے نہیں لگوائے۔ قانون؟ کیسا قانون؟ میں نے حیرانی سے دادی اماں سے پوچھا۔ تو دادی اماں نے فوراً مجھے جواب دیا کہ ہوشیار پور کے منصفوں نے۔ ''لیکن وہ تو حقیقت میں ہیں ہی نہیں بلکہ ان کا تذکرہ تو صرف کہانیوں میں ہے۔ میں نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ تو کیا تم نے کبھی کسی صندوق کے نیچے پیسے دیکھے ہیں؟'' دادی اماں نے پوچھا تو یک لخت ہم دونوں بہن بھائیوں

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

کے منہ سے نکلا کہ ہرگز نہیں۔ تو پھر مان جاؤ کہ یہ اسی قانون کی وجہ سے ہے۔ ایک ہی تو فیصلہ ہوشیار پور کے منصفوں نے اپنی دانست سے صحیح کیا تھا۔ دادی اماں نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا تو آخر یہ قانون کیوں بنا؟ اور کیا اس کے پیچھے کوئی مزیدار کہانی ہے؟ اور ہم دونوں بہن بھائی جواب سننے سے پہلے ہی گویا کہانی سننے کے لیے تیار ہو کر بیٹھ گئے اور پھپی دادی اماں نے بھی ہمیں کہانی سنانا شروع کر دی۔ انہوں نے بتایا کہ یہ کہانی ایک غریب استاد شہامند صاحب اور اس کی بیوی کی ہے۔ کئی سال پہلے ہوشیار پور میں ایک پہاڑی پر ایک غریب استاد رہتا تھا جس کا نام شہامند تھا۔ اس کی بیوی کا نام پروین تھا۔ وہ اتنے غریب تھے کہ کبھی ان کے کھانے میں سوکھی روٹی کے ساتھ سالن ہوتا اور کبھی نہیں۔ کبھی کبھار وہ روٹی کے اوپر پیاز رکھ لیتے اور اس سے ہی گزارہ کرتے۔ پروین کئی دفعہ پیاز کے چھلکے کاٹ لیتی اور اس میں نمک ملا پانی ڈالتی اور اس ملغوبے میں مرغی کے ایک دو پنجے ڈال کر اپنے لیے اور اپنے شوہر کے لیے گویا سوپ تیار کر لیتی یہ پنجے بھی قصائی اسے مفت اس لیے دے دیتا کیوں اس کا کوئی اور گاہک انہیں لینا پسند نہیں کرتا تھا۔ شہامند جب بھی یہ آمیزہ چمچ کے ساتھ اپنے منہ میں انڈیل رہا ہوتا تو اسے رہ رہ کر ہوشیار پور کے امیر لوگوں کا خیال آتا کہ کس طرح ان کے دسترخوان انواع و اقسام کے کھانوں سے بھرے ہوتے ہیں اور ہمیں پورا کھانا بھی نہیں ملتا۔ ایک دن اس نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ آخری دفعہ انہوں نے کوئی اچھا اور مزے کا کیک کب کھایا تھا۔ تو اس کی بیوی نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر یاد کرنا شروع کیا آخر اسے یاد آیا کہ پچھلے سال وہ دونوں ہوشیار پور میں کسی شادی پر گئے ہوئے تھے تو وہاں انہوں نے کیک کا ایک ایک ٹکڑا کھایا تھا۔ اس کی بیوی نے اپنے شوہر کو آہ بھر کر کہا کہ وہ کس طرح اس مزیدار کیک کو بھول سکتی ہے۔ جو بادام اور شہد سے بنا ہوا تھا اور اس کے اوپر سفید زیرہ چھڑکا ہوا تھا۔ شہامند نے روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا نگلتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا کہ اس نے ایک ترکیب سوچی ہے۔ اگر وہ کام یاب ہو گئی تو امید ہے کہ ہمیں پورا کیک کھانے کو نصیب ہو گا۔

اس کی بیوی نے فوراً ضد کرنی شروع کر دی کہ وہ اسے فوراً ترکیب بتائے کیوں کہ کیک ہی تو وہ چیز ہے۔ جسے کھانے کی اس کی شدید خواہش ہے۔ ترکیب یہ ہے کہ تمہیں پتا ہے کہ ہمارے گھر میں ایک صندوق پڑا ہوا ہے جس کے نیچے پیسے لگے ہوئے ہیں۔ ہم اس میں ایک چھوٹا سا سوراخ کر لیتے ہیں اور باہر سے اسے تالا لگا دیتے ہیں اور چابی اپنے پڑوسی کو دے دیتے ہیں۔ ہر جمعہ کے روز تم ہر صورت پیسے بچا کر اس میں ایک روپیہ ڈالنا اور میں بھی اسی طرح کروں گا۔ ہم اتنے غریب ہیں کہ ہمیں بہت محنت سے دو روپے کمانے ہوں گے۔ مگر ان کے صندوق میں جانے سے بھی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن بہرحال روپے جمع ہوتے رہیں گے۔ اور ایک سال میں یہ اتنے ہو جائیں گے کہ ہوشیار پور کی کسی بھی بیکری سے ہم سب سے مزیدار کیک خرید کر کھا سکیں گے۔ شہامند صاحب نے اپنی ترکیب اپنی بیوی کو بتائی تو وہ فوراً اس پر راضی ہو گئی۔ اگلے جمعہ کو شہامند صاحب نے اپنے حصے کا روپیہ صندوق میں ڈال دیا۔ پروین بھی اپنے وعدے پر قائم تھی۔ اس نے بھی اپنا روپیہ صندوق میں ڈال دیا۔ پروین بھی اپنے وعدے پر قائم تھی۔ اس نے بھی اپنا روپیہ صندوق میں ڈالا۔ اور پھر دونوں میاں بیوی کیک کے خیالوں میں کھو گئے۔ ایک کیک پر آلو بخارے کا سیرپ ڈالنے کا سوچ رہا تھا۔ تو دوسرے کا ذہن چاکلیٹ کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن اگلے جمعہ سے قبل ہی جمعرات کے دن تک شہامند صاحب کے ذہن میں ایک اور ترکیب آ چکی تھی۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اگر پروین ہر جمعہ کو اپنا روپیہ صندوق میں ڈالتی رہے تو پھر بھی اتنے روپے ہو جائیں گے۔ جن سے ہم ایک خرید سکیں تو پھر کیا ضرورت ہے کہ میں بھی صندوق میں روپیہ ڈالتا رہوں۔ میں تو آگے ہی پیسے پیسے کو محتاج ہوں لہٰذا بہتر ہے کہ میں پروین کو بتائے بغیر روپے صندوق میں ڈالنا بند کر دوں۔ اور اس کے بجائے اپنی وہ ضرورتیں پوری کروں جو شاید کیک کھانے سے بھی ضروری ہیں لہٰذا اگلے جمعہ شہامند صاحب جمعہ کی نماز پڑھنے چلے گئے لیکن صندوق میں انہوں نے اپنا روپیہ نہیں ڈالا۔ اسی طرح جمعے آتے گئے اور گزرتے گئے اور شہامند صاحب اپنے اس معمول پر کاربند رہے اس دوران پروین (ان کی بیوی) جس کو گھر کھانا پکانا بھی پڑتا تھا۔ نے ایک دن اپنے آپ سے بات کی کہ میرے پاس تو آگے ہی کچھ نہیں ہوتا جو خرچ کر سکوں۔ تو پھر اپنے آپ کو مزید تنگی میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ شہامند صاحب کیک جتنے پیسے تو جمع کر ہی لیں گے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کیک چھوٹا ہو یا بڑا۔ پھر بھی

http://www.urdutube.net/
http://www.booksfree.net/
www.pdfbooksfree.pk

اس کا مزا تو ویسا ہی ہوگا۔ جیسا ہم نے سوچا ہے لہٰذا بہتر ہے کہ شہامند صاحب کو نہ بتایا جائے اور میں صندوق میں اپنا روپیہ ڈالنا بند کر دوں۔ اس بچت سے کسی دن میں قصائی سے اپنے سوپ کے لیے مرغی کی دو چار بوٹیاں خرید لاؤں گی۔ لہٰذا اس نے بھی شہامند کی طرح صندوق میں روپیہ ڈالنا بند کر دیا۔

ہفتے مہینوں میں تبدیل ہوتے گئے اور آخر ایک سال گزر گیا۔ دونوں میاں بیوی نے خیال کیا کہ انہیں اب صندوق سے روپے نکالنے چاہئیں اور دعوت کا پروگرام ترتیب دینا چاہیے پروین گئی اور جا کر پڑوسی سے چابی لے آئی۔ دونوں میاں بیوی نے صندوق کا ڈھکن کھولا تو پروین نے بے اختیار چلانا شروع کر دیا۔ ہم لٹ گئے شہامند صاحب کسی نے ہمیں لوٹ لیا ہے۔ صندوق میں تو صرف دو روپے ہیں۔ اتنی ذلیل حرکت کون کر سکتا ہے؟ لیکن شہامند اتنے عقل مند نہیں تھے۔ (بچو! آپ کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ہوشیار پور نام کا ہوشیار پور تھا وہاں رہنے والے البتہ حد سے بے وقوف تھے) لیکن پھر بھی آخر وہ استاد تھے۔ دو اور دو چار تو بتا ہی سکتے تھے۔ بے وقوف نہ بنو پروین کوئی کس طرح ساری رقم لے جا سکتا ہے۔ کیا ہم نے خود ہی تالے کی چابی نہیں کھولی۔ اب مجھے پورا شک ہے کہ تم ایمان دار نہیں رہیں۔ اگر تم مجھے دھوکا نہ دیتیں تو صندوق میں تمہارے ڈالے ہوئے روپے پڑے ہوتے۔ پروین نے یہ الفاظ سن کر سر جھٹکا۔ باورچی خانے والی جھاڑن سے منہ پونچھا اور لگی چلانے۔ میں نے تمہیں دھوکا دیا ہے یا تم نے مجھے؟ تم مجھ پر الزام کیسے لگا سکتے ہو؟ جب کہ تم نے سارا سال اس صندوق میں ایک روپیہ ڈالنے کی زحمت نہیں کی اور اب سارا سال گزرنے کے بعد ہماری حالت یہ ہے کہ نہ ہمارے پاس کھانے کو کیک ہے اور نہ ہی خرچ کرنے کو روپیہ۔ اس نے جھاڑن پرے پھینکی اور اپنے خاوند کو جھنجھوڑنے لگی۔ اتنے زور سے کہ شہامند صاحب کے دانت بھی بجنے لگے۔ شہامند صاحب کو بھی جوابی کارروائی کرنی پڑی۔ اسی طرح لڑتے جھگڑتے دونوں میاں بیوی صندوق میں جا گرے۔ وہ جیسے ہی صندوق میں گرے۔ اوپر سے صندوق کا ڈھکن خود بخود بند ہو گیا اور باہر سے چٹخنی لگ گئی۔ جس سے دونوں میاں بیوی اپنی لڑائی بھول کر ہاتھ پاؤں مارنے لگے کہ صندوق سے کس طرح باہر نکل سکیں۔ اب ان کی حالت اس طرح تھی جیسے بلی کے دو بلونگڑے کسی تکیے کے غلاف میں پھنسے ہوئے ہوں۔ ان کی لڑائی کی وجہ سے صندوق کے پہیے اپنی جگہ سے ہل گئے اور صندوق دونوں میاں بیوی کو لے کر آگے کی طرف روانہ ہو گیا۔ پہلے تو وہ مکان سے نکلا اور پھر پہاڑی کی ڈھلوان پر لڑھکتا ہوا شہر کے بازار کی طرف چل پڑا۔ بچو! جیسا کہ آپ سوچ سکتے ہو کہ ہوشیار پور کے باسیوں کو کیا معلوم تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے کہ انہیں لگا کہ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ کوئی چیز ان کی طرف آ رہی ہے۔ اس سے بھی خوف ناک بات یہ تھی کہ گڑگڑاہٹ والی چیز یعنی صندوق کے اندر سے اس سے بھی خوف ناک چیخ و پکار کی آوازیں آ رہی تھیں۔ آدھا ہوشیار پور اب سمجھ رہا تھا کہ اس صندوق میں کسی نے چڑیلیں یا بدروحیں بند کر دی ہیں اور وہ ہاہاکار مچاتے ایک سمت کو بھاگ نکلے۔ لیکن باقی لوگ جن میں بچوں اور کتوں کی تعداد زیادہ تھی صندوق کے پیچھے لگ گئے۔ ان کا شور رفتہ رفتہ اس شور سے بھی بڑھ گیا جو صندوق کے اندر ہو رہا تھا۔

آخر صندوق شہر کے میئر کے گھر کے سامنے رک گیا۔ ہوشیار پور کا میئر ہاتھوں میں سونے کے جوتے پہنے ہوئے باہر نکلا تو جلدی سے اس نے صندوق کھولنے کے لیے ایک مولوی صاحب کو بلوایا جنہوں نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر صندوق کو کھولا۔ لیکن جب صندوق کھلا تو اس میں سے شہامند صاحب اور پروین برآمد ہوئے۔ دونوں کے چہروں پر ناخنوں کی کھروچیں تھیں اور پروین بیگم نے کئی جگہ سے شہامند صاحب کی قمیض کا گریبان پھاڑا ہوا تھا۔ ہر کوئی انہیں دیکھ کر حیران تھا۔ میئر صاحب نے دونوں میاں بیوی سے واقعہ کی تفصیل معلوم کی اور پھر انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی کیوں کہ ان کی بیوی نے آج گھر میں کیک بنایا تھا۔ اس دن ہوشیار پور میں دو قوانین منظور کیے گئے کہ کوئی استاد ہوشیار پور میں کسی پہاڑی پر گھر بنا کر نہیں رہے گا۔ اور دوسرے یہ کہ آج کے بعد کبھی کسی صندوق کے نیچے پہیے نہیں لگائے جائیں گے۔ دادی اماں نے کہانی ختم کی اور ہمیں حکم دیا کہ اب اپنی اس کشتی سے اترو اور اسے گھسیٹ کر دوبارہ اس کی جگہ پر لے جاؤ۔ ہمیں اب یہ حکم ماننا ہی تھا کیوں کہ قانون کے مطابق کسی صندوق کے نیچے پہیے نہیں لگائے جا سکتے تھے۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

میں نے تیسرے سفر کے بعد ایک لمبے عرصے تک آرام کیا۔ اس کے بعد تجارتی سامان خریدا اور بصرہ سے مغربی علاقوں کی طرف جانے کی بجائے مشرقی ممالک کی طرف چل نکلا۔ ہمارا جہاز فارس کے جزیروں کو کاٹتا ہوا تیزی سے مشرقی سمندروں میں آگے بڑھتا جا رہا تھا کہ ایک رات سخت طوفان آ گیا۔ رات کی سیاہی میں کڑکتی ہوئی بجلی، تیز ہوا، زوردار بارش اور نیچے لہروں کے شور کا یہ حال تھا کہ اس طوفان کا جس میں ہم اس رات بُری طرح گھر گئے۔ جہاز کبھی بیس تیس گز دائیں طرف ہو جاتا اور کبھی دس پندرہ گز بائیں طرف۔ کبھی موجیں جہاز کے اوپر ہوتیں اور کبھی جہاز موجوں پر سواری کر رہا ہوتا۔

ساری رات یوں ہی گزری۔ آخرکار جہاز ایک بہت بڑے ریت کے ٹیلے پر چڑھ گیا اور پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ جہازیوں کی اکثریت ڈوب گئی اور تجارتی سامان موجوں نے نگل لیا۔ جب ذرا صبح ہوئی اور روشنی پھیلی تو میں نے دیکھا کہ میرے علاوہ کل چار آدمی ہیں جو اس ہیبت ناک طوفان سے بچے ہیں اور وہ سب بھی اس وقت بُری طرح ڈرے ہوئے تھے۔ بھوک اور کمزوری سے ہمارا برا حال تھا۔ سورج ذرا بلند ہوا تو ہم اُٹھ کھڑے ہوئے اور ٹیلے پر چل پھر کر دیکھنے لگے۔

اس وقت معلوم ہوا کہ جسے ہم ریت کا ٹیلا سمجھ رہے ہیں، وہ کسی ساحل کا بلند کنارا ہے۔ چناں چہ ہم ساحل سے اور اندر جزیرے کی طرف بڑھے۔ عجیب بھربھری زمین تھی۔ ریت کا رنگ سفید تھا جس میں مونگ پھلی جیسے پودے لگے ہوئے تھے۔ ہم نے ان کا پھل چکھا تو کڑوا نکلا۔ ساحل سے آگے میدان شروع ہو گیا جس میں دور کہیں چند حبشی حلقہ بنائے بیٹھے کوئی کھیل کھیل رہے تھے۔ ہم نے انہیں وہیں سے آواز دی اور رُک کر انتظار کرنے لگے۔ حبشیوں نے پشت پھیر کر ہماری طرف دیکھا، آپس میں کوئی بات کی اور نعرہ مار کر ہماری طرف آنے لگے۔ آگے آگے ان کا سردار تھا۔ جب وہ قریب آ گئے تو میں نے انہیں جہاز کے بارے میں بتایا۔ جواب میں سردار نے زور سے میرے پیٹ میں لات ماری کہ میں اُلٹ کر گرا۔ درد کی شدت سے میری آنکھیں باہر کو اُبل پڑیں۔ ابھی سانس بھی نہ لینے پایا تھا کہ دوسری لات پڑی جو پہلی سے بھی شدید تھی۔ اس کے بعد ان حبشیوں نے ہم پر نیزے تان لیے اور ہمیں گرفتار کر کے اپنے ٹھکانے کی طرف چلنے کا کہا۔ ہم سب گرتے پڑتے ڈرتے جھجکتے ان کے نرغے میں چلنے لگے۔ کئی میل چل کر ان کی بستی آئی جو گھاس پھونس کی بنی ہوئی تھی۔ اس دوران ہمارا بُرا حال ہو چکا تھا۔ بستی میں بہت سارے حبشی موجود تھے جنہوں نے ہمیں دیکھ کر عجیب و غریب انداز میں خوشی کا اظہار کیا اور کھانے کے لیے بھنا ہوا گوشت دیا جس پر سفید سا سفوف

www.pdfbooksfree.pk

چھڑکا ہوا تھا۔ میں حیران تھا کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ یہ کون لوگ ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ نہ انہیں ہماری زبان آتی تھی نہ ہمیں ان کی، بس اشارے سے کام چل رہا تھا۔ میرے ساتھی ندیدوں کی طرح گوشت پر ٹوٹ پڑے اور سب چٹ کر گئے۔ میں البتہ ایک طرف علیحدہ بیٹھا رہا۔ مجھے کچھ شک تھا جس کی وجہ سے میرا گوشت کھانے کو جی نہ چاہا۔

اس کا نتیجہ اگلے ہی دن ظاہر ہو گیا اور میرے چاروں ساتھی ہوش و حواس سے بے گانہ ہو کر پاگل ہونے لگے۔ حبشیوں نے اس کے بعد ہمیں اُبلے چاول ناریل کا تیل ڈال کر دینا شروع کیے تاکہ ہم موٹے ہو جائیں۔ یہ دراصل آدم خور لوگ تھے جو ہمیں کھانے کا منصوبہ بنائے ہوئے تھے۔ مجھے پہلے ہی اس بات کا شک تھا، چناں چہ میں نے اس قبیلے سے بھاگ نکلنے کا سوچا اور چند دن بعد ہی اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا دیا۔ ایک رات جب وہ حبشی نشہ آور مشروب پی کر سوئے ہوئے تھے، میں ان کے علاقے سے نکل آیا اور جدھر کو میرا منہ تھا، چل پڑا۔ سات دن اور سات راتیں مسلسل چلتا رہا۔ اس دوران گھاس پتے کھا کر اور ناریل کا پانی پی کر گزارا کر لیتا۔ آٹھویں دن میں نے اپنے آپ کو ایک عجیب شہر کے کنارے کھڑا پایا۔ یہ کوئی پیالہ نما وادی تھی جس کے شروع میں کھیت اور آخر میں بلند و بالا پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ کے پرے موجیں مارتا سمندر تھا۔ کھیتوں میں کسان کام کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ میرے پاس آ گئے اور عربی میں میرا حال چال پوچھا۔ میں نے اپنے بارے میں سب کچھ صاف صاف بتا دیا۔ وہ مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ میں نے ایک مرتبہ پھر اپنے سفر کی ساری تفصیل دہرا دی۔ نیک دل بادشاہ نے حکم دیا کہ سندباد جتنے دن چاہے، ہمارے شہر میں رہ سکتا ہے۔ اسے ایک مکان دے دیا جائے اور دربار میں آنے کی بھی اجازت ہے۔

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، چناں چہ میں وہاں امن اور چین سے رہنے لگا۔ گاہے بہ گاہے دربار میں بھی چلا جاتا۔ سب لوگ میری عزت کرتے اور احترام سے پیش آتے۔ ایک عجیب بات میں نے وہاں یہ دیکھی کہ خواہ بادشاہ ہو خواہ عام آدمی، سب گھوڑے پر بغیر کاٹھی کے سواری کرتے ہیں۔ میں نے بادشاہ سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: ''کاٹھی کیا ہوتی ہے؟ ہمیں تو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں؟''

میں وہاں سے کاری گر کے پاس آیا اور اس کی راہ نمائی کر کے اس سے کاٹھی بنوائی، پھر اس پر چمڑا چڑھوایا۔ اس کے بعد قفل ساز سے رکابیں اور لگام بنوائی، ان سب کا نمونہ پہلے میں نے اسے بنوا کر دیا تھا۔ اگلے دن میں نے شاہی گھوڑے پر زین کسنے کے بعد لگام چڑھا دی۔ بادشاہ جب اس کاٹھی والے گھوڑے پر سوار ہوا تو بہت خوش ہوا اور مجھے قیمتی تحفے دیئے۔

درباریوں نے جب یہ سب دیکھا تو انہوں نے بھی مجھ سے کاٹھی کی فرمائش کی، میں نے ان کے لیے بھی کاٹھیاں بنوا دیں۔ عوام نے جب یہ سارا ماجرا دیکھا تو انہوں نے بھی مجھ سے کاٹھیاں بنوائیں اور یوں میری عزت، دولت اور شہرت میں بہت اضافہ ہوا، حتیٰ کہ میرا سارا گھر تحفے تحائف سے بھر گیا۔

اس دن کے بعد سے میں روزانہ دربار جانے لگا۔ ایک دن بادشاہ کہنے لگا: ''سندباد ہمیں اور ہماری عوام کو تم سے محبت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہماری برادری میں شامل ہو جاؤ جس کی ترکیب یہ ہے کہ یہاں تمہاری شادی کر دی جائے اور ہم نے اس بارے میں مشورہ بھی کر لیا ہے۔'' بادشاہ کی یہ بات سن کر میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں مسافر ہوں اور مجھے واپس بغداد جانا ہے لیکن وہ نہ مانا۔ میں نے جتنا انکار کیا، اتنا ہی اس کا اصرار بڑھتا گیا۔

بادشاہ کی ضد کے آگے میں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ شہر کی ایک خوب صورت اور مال دار خاتون سے میرا نکاح کر دیا گیا اور میں اپنی بیوی کے ساتھ اپنے مکان میں رہنے لگا۔ میرے پاس اس وقت دُنیا کی ہر نعمت تھی لیکن معلوم نہیں کیوں دل کو ہر وقت بے چینی سی رہتی تھی اور ایک عجیب خوف دل کو پریشان رکھتا تھا، بہرحال میں زندگی کے دن گزار رہا تھا۔ کچھ عرصے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ میرے ہمسائے کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ میں دلاسہ تسلی دینے کے لیے اس کے پاس پہنچا تو وہاں ایک عجیب رسم ہوتے دیکھی۔ مردہ عورت کو قیمتی لباس پہنایا گیا اور زیورات سے آراستہ کیا گیا۔ پھر تابوت میں رکھ کر آگے آگے تابوت اور اس کا شوہر اور عام لوگ، سب سے آخر میں بادشاہ اور درباری۔ یہ سب لوگ جلوس کی شکل میں اوپر پہاڑی راستے کی طرف چل پڑے۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر میرے ہمسائے نے الوداعی کلمات کہے اور تابوت پر بیٹھ گیا۔ چار جوانوں نے سات موٹی موٹی روٹیاں اور ایک ڈول پانی کا بھر کر تابوت پر رکھا اور اس کے چاروں طرف رسیاں باندھیں۔ اس کے بعد قریب موجود ایک غار کے دھانے پر سے پتھر اُٹھایا اور

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

مردہ بیوی کے ساتھ زندہ شوہر کو غار میں اُتار دیا۔ یہ رسم مکمل ہونے کے بعد پتھر سے غار کو دوبارہ بند کر دیا گیا اور لوگ ماتمی گیت گاتے ہوئے واپس آ گئے۔

میں حیران تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ صدیوں پہلے جن لوگوں نے اس علاقے کو آباد کیا تھا، انہوں نے یہاں ایک خاص رسم کی بنیاد رکھی تھی۔ اگر کسی کی بیوی مر جائے تو شوہر کو اور اگر شوہر مر جائے تو اس کے ساتھ اس کی بیوی کو بھی دفن کر دیا جاتا ہے۔ یہ رسم آج تک اس علاقے میں جاری ہے اور کسی کو بھی اس سے چھوٹ نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر بادشاہ کی ملکہ بھی مر جائے تو اسے بھی ملکہ کے ساتھ دفن کیا جائے گا، یہاں تک کہ کوئی اجنبی بھی شادی ہونے کے بعد اس رسم سے چھوٹ نہیں سکتا۔

میں یہ سن کر ششدر رہ گیا کہ عجیب احمق لوگ ہیں۔ کیسی بے وقوفانہ رسم کو کس شدت سے نبھا رہے ہیں۔ بھلا بغداد میں کوئی ایسی واہیات باتوں کا تصور کر سکتا ہے؟ ساتھ ہی مجھے یہ خیال بھی آیا کہ اگر میری بیوی کا بھی انتقال ہو گیا تو یقیناً یہ لوگ میرے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے۔ یہ سوچ کر میرے جسم میں سردی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ بہرحال میں نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا اور روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہو گیا۔

تین ماہ بعد وہ ہی کچھ ہو گیا جس کا مجھے ڈر تھا۔ میری بیوی چند دن بیمار رہ کر انتقال کر گئی۔ اب کیا تھا، ان لوگوں نے اسے بھی قیمتی کپڑے اور زیورات پہنائے، تابوت میں لٹایا اور مجھے ساتھ لے کر جلوس کی شکل میں پہاڑی غار کی طرف چلے۔ سارے راستے میں کہتا آیا کہ لوگو! میں بے قصور ہوں، میں تو ایک پردیسی آدمی تھا، تقدیر مجھے یہاں لے آئی، میرا آخر کیا گناہ ہے کہ تم مجھے زندہ دفن کر رہے ہو لیکن وہ لوگ ایسے انجان بن گئے ہیں جیسے مجھے جانتے ہی نہیں۔

قصہ مختصر مجھے بھی تابوت پر بٹھا کر، روٹی پانی ساتھ رکھ کر، رسیوں کی مدد سے غار میں اُتار دیا گیا۔ میرے چیخنے چلانے کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ کوئی سو سوا سو گز گہری غار تھی جس میں بہت سی گلی سڑی لاشیں بھری ہوئی تھیں۔ تابوت جیسے ہی زمین سے لگا، تعفن اور سڑاند کی سخت بدبو میرے نتھنوں میں آئی۔ یہاں اس قدر گندگی تھی کہ دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ میں غار کے ایک طرف منہ نیچے کر کے بیٹھ گیا اور موت کی گھڑیاں گننے لگا۔ غار میں جا بجا مردہ لاشوں کے ساتھ ہیرے جواہرات پڑے تھے لیکن یہ میرے کس کام کے تھے؟ میں نے تو اب چند دن بعد مر ہی جانا تھا۔ پہلے وہ ظالم حبشی تھے جو آدم خوری کرتے تھے، اب یہ بے وقوف لوگ تھے جنہوں نے زندہ کو مردہ کے ساتھ دفن کر دیا تھا۔ گویا میں ایک مصیبت سے نکل کر دوسری میں پھنس گیا تھا۔ اسی کو کہتے ہیں آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔

میری زندگی کا گزارہ ان سات روٹیوں پر تھا جو ان مہربان لوگوں نے میرے ساتھ رکھ دی تھیں۔ میں روزانہ ایک روٹی کھاتا اور ڈول میں سے تھوڑا سا پانی پی لیتا۔ اسی حالت میں مجھے غار میں دو دن گزر گئے۔ تیسرے دن ایک عجیب واقعہ ہوا۔ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی چھوٹا سا جانور کہیں سے غار میں داخل ہوا اور لاشوں پر منہ ماری کر رہا ہے۔ میں نے غور کیا تو میرا شک درست نکلا۔ یہ کوئی لومڑی تھی جو روزانہ ہڈیاں کھانے آتی تھی۔ اسی سے مجھے یہ خیال بھی آیا کہ غار کا کوئی دوسرا راستہ بھی ہے جہاں سے یہ جانور آیا ہے اور وہیں سے تازہ ہوا بھی آ رہی ہے جس کی وجہ سے میں اب تک زندہ ہوں۔ چناں چہ جب اگلے دن وہ آیا تو میں نے

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

گھیرا ڈال کر اسے پکڑ لیا اور اپنی پگڑی کھول کر اس کے گلے میں باندھ دی۔ اس کے بعد میں نے پگڑی کا ایک سرا ہاتھ میں پکڑ کر اسے آزاد چھوڑ دیا۔ جانور غار کے ایک نیم تاریک حصے کی طرف لپکا۔ میں پیچھے پیچھے تھا۔ اس طرف غار تنگ ہوتی جا رہی تھی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اس طرف کوئی راستہ ضرور ہے جو کہیں دُور جا کر نکلتا ہے۔

چناں چہ میں گرتا پڑتا، ٹکراتا بچتا ہوا جانور کے پیچھے چلتا رہا۔ معلوم نہیں کتنا چل کر دُور ایک سفید نکتہ نظر آیا۔ میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ وہ غار کا دوسرا دہانہ ہے جس سے سفید سفید آسمان نظر آ رہا ہے۔ اس وقت میری خوشی دیکھنے کے لائق تھی۔ میں باہر نکلا تو اپنے کو سمندر کے ساحل پر پایا۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ اس پہاڑ کے ایک طرف وہ پیالہ نما وادی تھی اور دوسری طرف یہ سمندر تھا جس کے کنارے میں کھڑا تھا۔ یہ پہاڑ کئی میل لمبا تھا اور اس لحاظ سے غار بھی بہت وسیع تھی۔ بہرحال میں قدرت کی اس نوازش پر بہت شکرگزار تھا۔

ساحل پر گہرے سانس لینے کے بعد میں واپس اسی راستے سے غار میں داخل ہوا اور لاشوں تک دوبارہ آیا۔ میں نے تابوتوں سے ہیرے، موتی، لعل، یاقوت اور جواہرات جمع کیے، ان کی پوٹلی باندھی اور اللہ کو یاد کرتا ہوا واپس چل پڑا۔

جب دوبارہ ساحل سمندر پر پہنچ گیا تو شکر ادا کیا۔ اب مجھے اس کا انتظار تھا کہ کوئی جہاز یہاں سے گزرے تو مجھے بھی سوار کر لے۔

تین روٹیاں میرے پاس باقی تھیں جنہیں تھوڑا تھوڑا کھا کر میں نے چند دن اور گزارے۔ میری مراد جلد ہی بر آئی اور میں نے قریب سے ایک بحری جہاز کو گزرتے دیکھا۔ جب میں نے پگڑی لہرائی اور گلا پھاڑ کر انہیں آوازیں دیں تو انہوں نے بھی مجھے دیکھ لیا اور ایک کشتی کی مدد سے جہاز پر سوار کرا لیا۔

خوش قسمتی سے یہ بھی تاجروں کا جہاز تھا اور مال بیچ کر بصرہ واپس جا رہا تھا۔ ان میں سے کسی نے میری پوٹلی کے بارے میں کوئی تفتیش نہ کی اور میں خیریت و عافیت سے بصرہ پہنچ گیا۔ یہاں ایک سرائے میں چند دن گزار کر میں نے بغداد کی راہ لی اور گھر پہنچ کر دم لیا۔ یہ سفر اسی قدر جلدی اور اچانک طے ہوا کہ میں خود حیرت زدہ تھا۔ تیرے سفر کے برعکس اس سفر میں مجھے بہت دولت ملی تھی۔ میں نے ایک نیا کام کیا۔ پہلے میں اپنی دولت کے تین حصے کرتا، ایک حصہ غریبوں میں بانٹتا، دوسرا رشتہ داروں میں اور تیسرا خود رکھتا۔ اب کی بار میں نے سارے ہیرے بیچ کر اشرفیوں کو دو برابر برابر حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ خود رکھا اور دوسرے سے سارے بغداد اور اردگرد کے علاقوں میں مسجدیں تعمیر کروا دیں۔ اس طرح میرا دل بھی مطمئن ہوا اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ایک نیک کام کی توفیق دی۔

☆☆☆

کھوج لگانے میں حصہ لینے والے بچوں کے نام

محمد حنظلہ، اسلام آباد۔ محمد مجید خان، بھکر۔ یشفع یاور، رحیم یار خان، بشریٰ صفدر، تلہ گنگ۔ سارہ احمد، عائشہ مجید، فاطمہ ہاشم، راحمہ نور، محمد زاہد اکرم، مسفیر و راشد، دانیال نوید ملک، نمرہ فرید، عبدالوحید رہانی، شاہ زیب خرم چوہدری، اذکیٰ عبدالرحمٰن، محمد دانیال احمد، مطیع الرحمٰن، صفی الرحمٰن، عبدالاحد خان، لاہور۔ مقدس چوہدری، راول پنڈی۔ حذیفہ اویس، آمنہ رمضان، حسن رضا مختار، فیصل آباد۔ صبا، شوکت، گوجرانوالہ۔ عائشہ حریم، کوہاٹ۔ محمد فلیب مسرت، بہاول پور۔ ضیاء المصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ وردہ زہرہ، جھنگ۔ محمد حسنین ندیم، اٹک۔ عتیق الرحمٰن، گجرات۔ عرین احمد، ساہی وال۔ تیمور بشیر، راول پنڈی۔ محمد علی قاسمی، وزیر آباد۔ شریم اشرف غوری، اسلام آباد۔ محمد حارث سعید، بورے والا۔ عبدالسلام، بہاول پور۔ امجد خان، ڈیرہ غازی خان۔ شمائلہ ناز، محمد ضیاء اللہ، میانوالی۔ احمد حسن، بھکر۔ محمد حسان، جھنگ۔ محمد حذیفہ خان، پشاور۔ حسن سہیل، راول پنڈی۔ محمد عثمان حمید، کامونکی۔ آمنہ بشیر، راول پنڈی۔ رمنا ندیم، گوجرانوالہ۔ علم سکندر محمد عثمان، گوجرانوالہ۔ مہر اکرم، احمد ارشاد مغل، سید نعمان حسین شاہ، سیدہ تحریم مختار، کشف نور، ماریہ فیاض، منابل نسیم، طوبیٰ راشد، محمد عبدالرحمٰن انور، لاہور۔ نفیسہ فاطمہ قادری، محمد حسیب نواز قادری، نور حسین قادری، محمد عمر عطا قادری، محمد ہارون قادری، محمد نبیل قادری، فیصل ارشد قادری، عامر منیر قادری، حسن رضا سردار، کامونکی۔ محمد معوذ الحسن، ڈیرہ اسماعیل خان۔ لبنیٰ احمد، طارق وحید، راول پنڈی۔ احسن عمر، کوہاٹ۔ ثمرہ بخاری، کوئٹہ۔ احمد عبداللہ، حیدر آباد۔ شگفتہ کامران، زمل رانا، عائشہ وسیم، لاہور۔ طلحہ منیر، ملتان۔ طفیل محمد، گوجرانوالہ۔ رقیہ ناز، صفیہ ناز، شاہ پور۔ فرناز احمد، پشاور۔ طلال، احور، ساہی وال۔ بتین، عامرہ، روحی، ڈیرہ غازی خان۔ ثمینہ رفعت، ارشد عظیم، شیخوپورہ۔ صالح احمد، زاوا احمد، گجرات۔ جاوید قاسم، آمنہ قاسم، حنا قاسم، لاہور۔ عمر، عبیدہ، ماہ نور، فیضان احمد، کراچی۔ یاسر احمد، محمد علی، رضوان اختر، عثمان احمد، اوکاڑہ۔ صدیق، حیدر نواز، گوجرانوالہ۔ ملائکہ نور، صالحہ نور، ملتان۔

www.pdfbooksfree.pk

پکا ارادہ

احمد ہارون سرور، لاہور

کچھ عرصہ گزرا، ایک مشہور شہر جس کا نام لاہور ہے میں کھیلوں کی ایک تقریب منعقد ہوتی تھی جس میں بہت سے کھیل کھیلے جانے تھے مگر سب سے دل چسپ کھیل ایک 500 میٹر کی دوڑ تھی کیوں کہ اس دوڑ میں سب چھوٹے بڑے حصہ لے رہے تھے۔ اس کی مقبولیت کی وجہ یہ تھی کہ اس دوڑ میں کئی مراحل تھے۔ سب سے پہلے 100 میٹر کیچڑ میں دوڑ پھر 100 میٹر میدان میں دوڑ پھر 100 میٹر ریت میں دوڑ پھر 100 میٹر لمبی گھاس اور آخر میں 100 میٹر ایک اونچے ٹیلے پر پہنچ کر اختتام۔

اسی لیے تمام حصہ لینے والے کھلاڑی پورے سال اس کی تیاری کرتے۔ شاید اس کی مقبولیت کی وجہ انعام کی بڑی رقم تھی اور کیوں نہ ہوتی ایک عام آدمی کے لیے ایک لاکھ روپے خاصی بڑی رقم ہے۔

اس سال تقریب میں پانچ سو لوگوں نے حصہ لیا۔ جو بڑے منجھے ہوئے اور طاقت ور اتھلیٹ تھے۔ دوڑ شروع ہوئی۔ تماشائی جن کی بڑی تعداد دوڑ کو دیکھنے آئی تھی تالیوں کے ساتھ اپنے اپنے پسندیدہ اتھلیٹ کو داد دے رہے تھے۔ 100 میٹر کے بعد دیکھا گیا کہ چار سو اتھلیٹ دوسرے مرحلے میں نہ پہنچ سکے۔ تماشائی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان میں ایک بہت دبلا پتلا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ بہت کمزور لڑکا بھی موجود ہے جو سب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ تماشائی اس کو کہہ رہے تھے کہ بس آگے نہ جانا، تندرست اور طاقتور اتھلیٹ کے پاؤں تلے کچلے نہ جاؤ۔ بس کر دو، رک جاؤ، کہیں بے ہوش نہ ہو جانا، تھوڑا پانی پی لو۔ رکو۔ ہماری بات سنو!

لیکن اس پہ تو جوں تک نہ رینگتی! اور پھر آخری مرحلہ آ گیا جس میں صرف پانچ اتھلیٹ ہی پہنچ سکے لیکن مزے اور حیرانی کی بات کہ اس میں وہ کمزور لڑکا جس کا نام احمد تھا موجود ہے۔ تمام تماشائی سمجھنے سے قاصر تھے کہ آخر کیا ماجرہ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ احمد سب سے آگے۔ اب تو پانچوں اتھلیٹ کے کوچ بھی نظر آ رہے تھے جو اپنے اپنے اتھلیٹ کو داد دے رہے تھے۔

لیکن یہ دیکھ کر سب لوگوں کی حیرانی اور بڑھ گئی کہ احمد کے کوچ بالکل خاموش، مسکرا کر دیکھ رہے تھے کہ کون بازی لے جاتا ہے۔ انہیں اپنی محنت اور اللہ کے کرم پر پورا بھروسا تھا کہ احمد ہی دوڑ میں اول آئے گا اور پھر وہ لمحہ آ ہی گیا جس کا سب کو شدت سے انتظار تھا۔ یہ کیا ہوا! احمد دوڑ جیت گیا۔ اس جیت نے سب کو حیران کر دیا۔

پہلے انعام کے لیے جب اس کا نام پکارا گیا تو اس نے اسٹیج پر آنے میں بہت دیر لگائی۔ احمد سے جب پوچھا گیا کہ آپ سب سے کمزور دکھائی دیتے ہیں لیکن پھر بھی آپ اوّل آئے اس کی کوئی خاص وجہ!

احمد نے اپنے ابا جو اس کے کوچ بھی تھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے ابا نے میرے کانوں میں روئی رکھ دی تھی جس کی وجہ سے میں لوگوں کی کوئی بات نہ سن سکا۔ کوئی تماشائی میری توجہ منتشر نہ کر سکا اور میں اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ شاید مجھ سے بہت زیادہ محنت کرنے والے اور تندرست اتھلیٹ تماشائیوں کی باتیں سن کر حوصلے ہارتے رہے۔ مجھے ہمیشہ میرے ابا نے یہ بات سمجھائی کہ جب کسی چیز کا پکا ارادہ کرو تو اس پر قائم رہو۔ اللہ کے کرم سے کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ تو دوستو آؤ ہم سب اس بات کا عہد کریں کہ ہم اپنے ارادے پختہ رکھیں گے، تو کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔ پہلا انعام:195 روپے کی کتب

چوری کا انجام

یسین ظہور، ٹوبہ ٹیک سنگھ

کرن اور اقراء دو بہنیں تھیں۔ دونوں خوب صورت اور ذہین تھیں۔ اقراء کو دودھ کی بالائی بہت پسند تھی۔ جب رات کو سب گھر والے سو جاتے تو وہ اُٹھ کر دودھ سے بالائی نکال کر کھا لیتی۔ صبح کو ان کی امی دودھ والی دیگچی دیکھتیں تو حیران رہ جاتیں۔ جب وہ اقراء اور کرن سے پوچھتیں تو اقراء کہتی کہ امی رات کو جب سب سو رہے تھے تو میں نے کرن کو بالائی کھاتے دیکھا تھا۔ کرن بے چاری چیختی چلاتی رہتی مگر اس کی کوئی نہ سنتا۔ ایک مرتبہ اس کو امی سے مار بھی پڑی، ان کی امی اس وجہ سے بہت پریشان تھیں۔ ایک دن امی کو ایک ترکیب سوجھی۔

http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

امی نے چمچے سے دودھ والی دیگچی میں روئی رکھ دی۔ جب اقراء نے دیکھا کہ سب سو گئے ہیں تو وہ اٹھ کر دودھ کی دیگچی کے پاس گئی، اس نے دیگچی اٹھا کر بالائی کھانی شروع کی تو روئی بھی اس نے بالائی سمجھ کر منہ میں ڈال لی۔ جیسے ہی روئی اس کے گلے میں گئی تو اس نے چیخنا شروع کر دیا۔ اس کی چیخیں سن کر سب گھر والے اٹھ گئے۔ سب سمجھ گئے کہ بالائی کون کھاتا ہے۔ اقراء کو ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے۔ ڈاکٹر نے بڑی مشکل سے روئی کو گلے سے باہر نکالا۔

اقراء سب سے شرمندہ تھی خاص طور پر کرن سے کیوں کہ وہ اس پر جھوٹے الزام لگاتی تھی۔ اس نے امی اور کرن سے معافی مانگی۔ کرن نے اسے معاف کر دیا اور امی نے اسے گلے سے لگا کر پیار کیا اور سمجھایا کہ ہمارے پیارے نبیؐ نے فرمایا: ''چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹ دو۔'' اقراء نے چوری سے توبہ کر لی۔ اس نے خود بھی اس واقعہ سے نتیجہ اخذ کیا کہ چوری کا انجام برا ہوتا ہے۔

دوسرا انعام: 175 روپے کی کتب

نعمت کی قدر

مبشر بن تاج، کوہاٹ

ایک خوب صورت دن تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر بڑی چہل پہل تھی۔ سبھی مسافر ٹرین آنے کے انتظار میں تھے۔ انہی میں ایک گروپ ہنستے مسکراتے لڑکوں کا بھی تھا جو چھٹیاں گزارنے کسی پہاڑی مقام پر جا رہے تھے۔

ریلوے اسٹیشن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس لمحے لاؤڈ اسپیکر پر ٹرین کی آمد کا اعلان ہوا تو ہر طرف ہلچل مچ گئی۔ بہت سے لوگ جلد از جلد ٹرین میں سوار ہونے کو تیار تھے تاکہ اپنی سیٹ پر جلدی سے بیٹھ جائیں۔ بعض مسافروں کی سیٹیں بک تھیں بعض کی نہیں۔ اتنے میں ٹرین ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ ٹرین ابھی پوری طرح سے رکی نہیں تھی کہ شوخ لڑکوں کا وہ پورا گروپ بھاگ کر ڈبے میں داخل ہوا جن کی سیٹیں پہلے سے بک تھیں۔ کچھ دیر تک ٹرین پلیٹ فارم پر کھڑی رہی، کچھ دیر کے بعد گارڈ نے سیٹی بجائی اور اس کے ساتھ ہی سبز جھنڈی ہلائی جس کے فوراً بعد ٹرین آہستہ آہستہ پٹری پر رینگنے لگی۔ اسی وقت ایک بوڑھا آدمی ایک چودہ پندرہ سالہ لڑکے کا ہاتھ پکڑے ہوئے پلیٹ فارم پر پہنچا۔ انہیں شاید اسی ٹرین میں جانا تھا۔ وہ بھاگتے ہوئے ایک ڈبے میں داخل ہونے میں کامیاب ہوئے۔ اندر داخل ہونے پر انہیں شوخ لڑکوں کے گروپ کے ساتھ سیٹیں خالی دکھائی دیں۔ بوڑھے کے ساتھ والا لڑکا بہت خوش دکھائی دے رہا تھا اور حیران بھی۔ اس نے کہا۔ ''ابو ٹرین آگے بڑھ رہی ہے لیکن سب چیزیں پیچھے کی طرف بھاگ رہی ہیں۔''

اس کے ابو نے صرف سر ہلا دیا اور منہ سے کچھ نہ بولا۔ اب ٹرین کی رفتار خاص تیز ہو چکی تھی۔ بیٹا ایک بار پھر خوشی کے عالم میں چیخا۔ ''ابو! یہ دیکھیں تمام درخت کتنی تیزی سے دوڑ رہے ہیں۔'' باپ نے مسکرا کر کہا! ''ہاں! یہ پیچھے کی طرف دوڑ رہے ہیں۔'' لڑکا کسی چھوٹے بچے کی طرح ہر منظر کو بڑی خوشی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں انجانی سی حیرت تھی۔

شوخ لڑکوں کا وہ گروپ اس کی ہر حرکت کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے ایک لڑکے نے نوجوان کے والد کو مخاطب کر کے کہا۔ ''کیا آپ کا بیٹا بیمار ہے؟ یہ ایسی عجیب و غریب باتیں کیوں کر رہا ہے؟''

نوجوان لڑکے کے باپ نے سکون سے اس کی بات سنی اور پھر کہا۔ ''میرا بیٹا اندھا پیدا ہوا تھا۔ گویا یہ پیدائشی اندھا تھا۔ دو تین دن پہلے میں نے اس کی آنکھوں کا آپریشن کروایا تھا۔ یہ ساری چیزیں پہلی بار اپنی زندگی میں دیکھ رہا ہے۔ اس لیے زیادہ خوش بھی ہے اور حیران بھی۔''

ایک ہم ہیں کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے لیکن جب ہمارے پاس یہ نعمتیں نہ ہوں گی تو ہمیں اس کی قدر قیمت معلوم ہو گی ہے۔

تیسرا انعام: 125 روپے کی کتب

مدد

ربیعہ ادریس، قلعہ دیدار سنگھ

عائشہ کا یہ روزانہ کا معمول تھا کہ وہ جب بھی اسکول سے واپس آتی، امی جان کو سلام کرنے کے بعد کھانا کھاتی۔ اور پھر اپنے کمرے میں آرام کرنے کے لیے چلی جاتی لیکن آج وہ بہت اداس لگ رہی تھی اور اسکول سے آتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ آج تو اس نے امی کو سلام کیا تھا اور نہ ہی کھانا کھایا تھا۔ امی پریشان سی عائشہ کے کمرے میں چلی گئیں اور عائشہ سے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھی۔

''امی میری دوست زینب بہت غریب ہے۔ اس کے پاس نئی کتابیں اور یونی فارم خریدنے کے لیے پیسے بھی نہیں ہیں۔ اس کی امی لوگوں کے کپڑے سلائی کرتی ہیں اور جو پیسے ملتے ہیں وہ ان کے کھانے پینے اور بجلی و پانی کے بل ادا کرنے میں خرچ ہو جاتے ہیں۔''

http://www.urdutube.net
http://www.bookstube.net
www.pdfbooksfree.pk

"بیٹا! اس کے ابو کیا کام کرتے ہیں؟" امی نے عائشہ سے پوچھا۔

"ان کے ابو ایک کار ایکسیڈنٹ میں فوت ہو چکے ہیں۔" عائشہ اداسی سے بولتے ہوئے مزید بتانے لگی کہ یہ لوگ پہلے بہت امیر تھے لیکن اس کے ابو کے فوت ہونے کے بعد اس کے تایا ابو نے دھوکے سے ساری جائیداد اپنے نام کروالی تھی۔

"اوہ! ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے۔" امی دکھ بھرے انداز میں بولیں۔

"حضور پاکؐ نے بھی یتیم کی کفالت کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ہمیں ان کا امتی ہونے کے ناطے ان کے احکامات پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔ ہم کل ان کے گھر جائیں گے لیکن اب تم کھانا کھا لو۔" رات کو ابو جان دفتر سے آئے تو عائشہ نے زینب کی دکھ بھری داستان سنائی اور ان سے زینب کی مدد کرنے کو کہا۔

"بیٹا کل ہم ان کے گھر چلیں گے اور زینب کو نیا یونی فارم، کتابیں، کاپیاں اور بستہ لے کر دیں گے۔" ابو نے عائشہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ عائشہ بہت پرجوش تھی کیوں کہ اسے آج زینب کے گھر جانا تھا۔ اسکول سے واپس آ کر وہ اپنی امی کے ساتھ زینب کے گھر چلی گئی۔ زینب نے عائشہ اور اس کی امی کو سلام کیا اور انہیں ساتھ لیے اندر چلی گئی۔ عائشہ کی امی نے ساری چیزیں زینب کی امی کو دیں۔ اس کی امی بہت خوش ہوئیں۔ زینب بھی بہت خوش تھی کہ وہ اب پھر سے اسکول جا سکے گی۔

بچو! اس کہانی سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ غریب اور نادار لوگوں کی مدد کی جائے تاکہ وہ معاشرے کے کارآمد شہری بن سکیں۔

چوتھا انعام: 115 روپے کی کتب

نافرمانی کی تصویر

عروبہ فاطمہ، نواب شاہ

برگد کے درخت کے نیچے بیٹھا ایک فقیر ہر آنے جانے والے کو دیکھ کر یہ صدا لگاتا:

"اللہ کے نام پر اس فقیر پُرتقصیر کو نافرمانی کی تصویر کو کچھ دے دو۔"

اسکول سے آتے اور جاتے فقیر کی یہ صدا سننا سلمان کا معمول تھا۔ جس دن سلمان کے پاس جیب خرچ زیادہ ہوتا اس دن سلمان اس کے کشکول میں ایک یا دو روپے ڈال دیتا۔ فقیر جب دعا دیتا تو اس کا دل خوش ہو جاتا۔

سلمان اکثر یہ سوچتا کہ یہ فقیر بھی ہماری طرح انسان ہے پھر یہ سب کے آگے ہاتھ پھیلانے پر مجبور کیوں ہے اور یہ نافرمانی کی تصویر کا کیا مطلب ہے۔ یہ وہ سوال تھا جو کبھی کبھار سلمان کو پریشان کر دیتا تھا۔ ایک دن ہاکی کی ٹیم کی جیت کی خوشی میں اسکول سے جلدی چھٹی ہو گئی تو تمام بچے خوشی سے شور مچاتے ہوئے گھر جانے لگے۔

سلمان بھی ان میں شامل تھا۔ مین گیٹ سے باہر نکل کر برگد کے درخت کے قریب پہنچا تو اس کے کانوں میں فقیر کی مخصوص صدا گونجی: "نافرمانی کی تصویر۔"

نہ جانے کیوں آج سلمان یہ جملہ سن کر رُک گیا، اس کا دل چاہا کہ آج فقیر سے اس بات کا مطلب پوچھ لے۔ پہلے تو سلمان ڈرا لیکن جب فقیر نے اپنے قریب ایک لڑکے کو پایا تو پیار سے بات کی۔ فقیر کی شفقت بھری آواز سن کر سلمان کا ڈر کچھ کم ہوا تو وہ اس کے قریب جا کر کہنے لگا۔ "میں روز یہاں آتے اور جاتے آپ کے پاس سے گزرتا ہوں۔ آپ نافرمانی کی تصویر کسے کہتے ہیں؟

"یہ سن کر فقیر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فقیر نے ایک سرد آہ بھری اور کسی گہری سوچ میں کھو گیا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر کہنے لگا۔

"بیٹا! ایک زمانہ تھا کہ میں بھی تمہاری طرح اسکول جایا کرتا تھا۔ میرے ماں باپ میری ہر جائز اور ناجائز خواہش پوری کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے میں ضدی اور بدتمیز ہو گیا اور اپنی ہر خواہش منوانے لگا۔ میرے ابو ایک اچھی پوسٹ پر تھے لیکن ایک شام ابو کو اچانک ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ انتقال کر گئے۔ ابو کے جانے کے بعد بُرے دوستوں میں بیٹھنے کی وجہ سے بگڑتا رہا۔ بُرے دوستوں کی صحبت کا جب امی کو پتا چلا تو انہوں نے مجھے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر میں نہ مانا۔ آخر میری ماں بھی مجھے اس دُنیا میں اکیلے چھوڑ کر چلی گئی۔

ماں کے جانے کے بعد مجھے ہوش آیا لیکن اب بہت دیر ہو گئی تھی۔ نوکری کی تلاش میں نکلا۔ ایک دن دو آدمی میرے پاس آئے اور انہوں نے نوکری کا کہا۔ مجھے اور کیا چاہیے تھا۔ میں ساتھ چل دیا۔ وہ مجھے کار میں بٹھا کر ایک حویلی کے قریب لے گئے۔ میں شک میں پڑ گیا کہ یہ لوگ مجھے اغوا کر کے تو نہیں لائے۔ وہ مجھے

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

ایک کمرے میں لے گئے وہاں ان کا باس بیٹھا تھا۔ اس نے دو لڑکوں کو اشارہ کیا کہ مجھے بھیک مانگنا سکھائے اور کہا اگر ہوشیاری کرے تو ہاتھ کاٹ دینا۔ وہ دن اور آج کا دن میں بھیک مانگ رہا ہوں۔ فقیر کی داستان سن کر سلمان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے عہد کیا کہ وہ کبھی اپنے امی ابو کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

پانچواں انعام: 95 روپے کی کتب

ضدی

ابوالحسن مبشر بن قاری بشیر، بھلوال

پیارے بچو! کبھی کبھی ہماری چھوٹی سی ضد کسی بڑے سانحے کا سبب بن سکتی ہے۔ ایک دفعہ میرے ایک دوست نے ایک واقعہ سنایا کہ ہمارے علاقے میں ایک حادثہ پیش آیا۔ ہوا یوں تھا اس کے ابو نے کہیں دُور کسی کام کی غرض سے جانا تھا، وہ اپنی تیاری میں تھے۔ دوسری طرف ان کے بیٹے نے ضد شروع کر دی کہ میں نے بھی آپ کے ساتھ جانا ہے۔ امی نے بہت سمجھایا کہ تمہارے ابو شام تک واپس آ جائیں گے یوں تنگ نہ کرو اور آج اسکول میں بھی صرف اسی وجہ سے نہیں گئے۔ جب تمہارے ابو لوٹ آئیں گے تو اکٹھے سیر کرنے چلیں گے۔

مگر بلال بھی اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے۔ ظاہر سی بات ہے اس کے ابو بہتر سمجھتے تھے کہ بلال کو ساتھ لے جانا مناسب ہے یا نہیں۔ ورنہ کون سے ماں باپ اپنے بچوں کو خوش نہیں دیکھنا چاہتے۔ جب ہر طرف سے بات نہ بنی تو بلال صاحب نے اپنے ابو کی گاڑی کے ٹائر کے بیچ کھولنا شروع کر دیئے اس کے ابو اسی گاڑی میں سفر پر نکل گئے۔ سفر میں جاتے ہوئے یک دم گاڑی نے ہچکولے کھانا شروع کر دیئے۔ پھر اچانک ٹائر کھلے، گاڑی نہ سنبھلی اور سیدھا جا کر درخت سے ٹکرائی۔ بلال کے والد محترم حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ اب بلال کو پتا تھا کہ یہ سب اس وجہ سے ہوا میں ضد نہ کرتا تو.....!

اب بلال ہمیشہ کے لیے یتیم ہو گیا۔ باپ جیسی نعمت سے محروم ہو گیا۔

پیارے بچو! زندگی میں ماں باپ کا رشتہ سب سے عظیم ہوتا ہے۔ ان سے بڑھ کر اولاد سے محبت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پیدائش سے لے کر بلوغت تک ہر موقع پر ہماری ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ ہمیں بولنا اور چلنا سکھاتے ہیں۔ گرمی ہو یا سردی انہیں ہمارے تحفظ کے لیے کتنی تگ و دو کرنی پڑتی ہے پھر جب بڑے ہوتے ہیں تو ان کے احسانات کو بھول جاتے ہیں۔ ان کی نافرمانی کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ ان کو ہر بات ماننے پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ باتیں ہمیں زیب نہیں دیتی ہمیں کبھی بھی والدین سے ضد نہیں کرنی چاہیے۔ اگر بات مان لی جائے تو ٹھیک ورنہ صبر سے کام لینا چاہیے اور والدین کے حق میں دعا کرنی چاہیے۔

ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''اے میرے رب میرے والدین پر رحم فرما جیسے بچپن میں انہوں نے مجھ پر رحم کیا۔''

اعزازی کہانی

نیکی سے اچھائی، بدی سے بُرائی

ذکی احمد، راولپنڈی

اصغر صاحب ایک عزت دار آدمی تھے۔ پورا محلہ ان کی عزت کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ کہیں جا رہے تھے کہ آگے سے ایک تیز رفتار گاڑی سے ان کی ٹکر ہو گئی انہیں اتنے زور سے لگی کہ وہ کئی فٹ پیچھے گر گئے۔ لوگ انہیں اٹھا کر اسپتال لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے زخموں کا فوراً علاج کر کے ان کی ٹانگوں کو آپریشن سے بچا لیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان سے کہا۔ ''حیرت ہے میرے کیریئر میں آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کسی کو اتنے خطرناک زخم آئے ہو اور اس کی ٹانگ فریکچر ہونے سے بچ گئی ہو آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ آپ کی ٹانگ فریکچر ہونے سے بچ گئی ہے۔''

یہ دراصل ان کی اس نیکی کا بدلہ تھا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ استفادہ حاصل کر رہے تھے۔ وہ بہت عرصے سے محسوس کر رہے تھے کہ مسجد کے بوڑھے نمازیوں کو باجماعت کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے انہوں نے مسجد میں کرسیوں کا انتظام کرا دیا جس کی وجہ سے اب ان بوڑھوں کو آسانی ہو گئی۔ اللہ نے انہیں اس نیکی کا بہترین صلہ دیا۔ بے شک نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

لیکن ندیم ایک مغرور انسان تھا۔ غریبوں کو تو وہ کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا۔ وہ ایک کیمیکل کمپنی کا مالک تھا لیکن اس نے زندگی میں کبھی کسی غریب کی مدد تو کیا کبھی زکوٰۃ بھی ادا نہیں کی تھی۔ ایک رات وہ سویا ہوا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے فون اٹھا کر کانوں سے لگایا جیسے جیسے وہ فون سن رہا تھا اس کے چہرے کا رنگ اڑتا گیا۔

پولیس نے ان کی کیمیکل فیکٹری پہ فوراً چھاپہ مار کر اس کے غیر قانونی کیمیکل کے سٹاک کو برآمد کر لیا تھا اور اس کی گرفتاری کے آرڈر بھی دے دیے تھے۔ اس کے بعد اس کے اوپر مقدمہ چلا، چوں کہ سارے ثبوت اس کے خلاف تھے اس لیے انہیں دس سال جیل کی سزا ہو گئی اور اسے اس کے برے اعمال کی سزا بھی مل گئی۔

اسی لیے کہتے ہیں کہ نیکی سے ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے اور برائی ہمیشہ برا ہی صلہ دیتی ہے۔

اعزازی کہانی

www.pdfbooksfree.pk

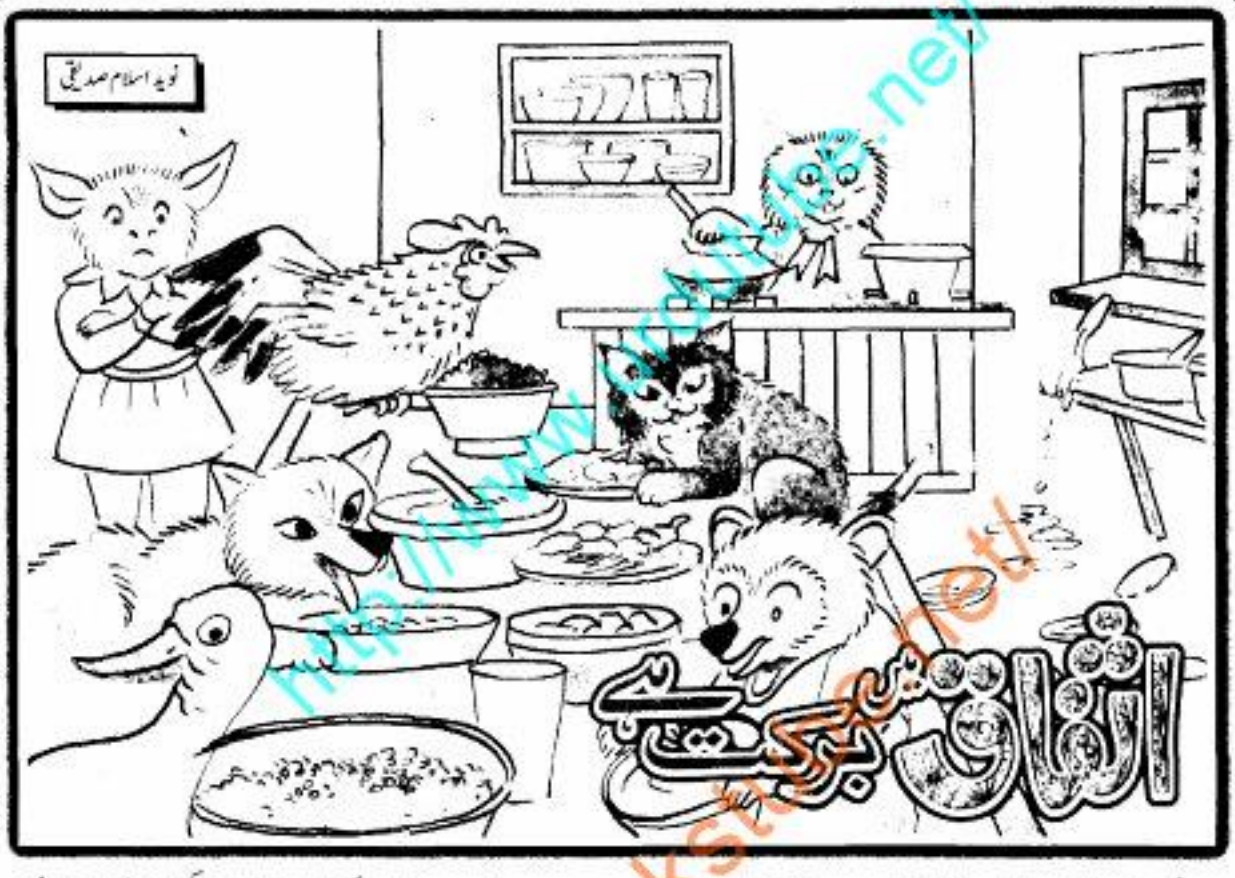

کل رات بچوں نے بہت تنگ کیا۔ سب نے ہی باجماعت ہم سے کہانی سنانے کا مطالبہ کرنا شروع کردیا۔ میں نے کہا کہ شور نہ مچاؤ مجھے کوئی کہانی یاد کرنے دو۔ ماہ نور کا کہنا تھا کہ ایسی کہانی ہو جس سے ظاہر ہو کہ اتفاق میں برکت ہوتی ہے۔ ہم نے کہا کہ یہ تو تم نے اچھا کیا موضوع بتا دیا، ہمیں ایک کہانی یاد آگئی ہے وہ ہم آپ کو سناتے ہیں۔

ایک بہت بڑے شہر کے نزدیک جنگل میں کچھ جانور رہتے تھے۔ جانور سے یہ نہ سمجھنا کہ شیر یا ہاتھی وغیرہ، بلکہ یہ عام جانور تھے جو تم روزانہ دیکھتے ہو، جیسے بلی کتا وغیرہ۔ اسی جنگل میں درختوں کے ایک جھنڈ میں چار دوست اکٹھے رہتے تھے، ایک تھا بکرا، ایک کتا، ایک بلی اور ایک مرغا تھا۔ شہر کے چاروں طرف شہر کے لوگ اپنا کوڑا کرکٹ پھینک دیتے تھے۔ ان جانوروں کو جب موقع ملتا جنگل کے دوسرے جانوروں کی طرح اُن کوڑے کے ڈھیروں میں سے اپنی مرضی کی خوراک حاصل کر لیتے۔

بکرے کو زیادہ پریشانی نہیں ہوتی تھی وہ تو جنگل میں لگی جھاڑیوں اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کر لیتا تھا۔ ایک دن جب وہ شام کو واپس اپنے دوستوں کے پاس آیا تو دیکھا کہ سارے جانور زمین پر بے جان سے ہوکر پڑے ہوئے ہیں۔ بکرے نے کہا: ''دوستو! کیا معاملہ ہے، کیا ہوا ہے؟'' کتے نے کہا: ''آپ تو جب سے شہر سے ادھر جنگل میں آئے ہیں کبھی شہر کی طرف نہیں گئے لیکن ہم تو روزانہ اپنی خوراک کی تلاش میں شہر کے چاروں طرف پڑے ہوئے کوڑے میں اپنا رزق تلاش کرتے ہیں۔ چند دن سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑی بڑی کرینیں اُن جگہوں کو صاف کر رہی ہیں، کوڑا گاڑیوں میں ڈال کر کہیں دُور لے جایا جا رہا ہے۔ اب وہاں سخت نگرانی کے لیے باوردی آدمی کھڑے ہیں جو وہاں کسی کو کوڑا پھینکنے نہیں دیتے۔ بس چیز نے میرا دل توڑ کر رکھ دیا وہ یہ ہے کہ آج میں دن کو دس گیارہ بجے شہر گیا تھا۔ شہری کتوں کے بارے میں تو آپ کو پتا ہی ہے، بہت بدتہذیب ہوتے ہیں۔ ان گنواروں کو مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کا سلیقہ آتا ہے نہ ان میں انسانیت کی کوئی رمق ہے۔ انسانیت کا لفظ استعمال کرنا درست تو نہیں ہے لیکن امید ہے آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔ بکرے نے سر ہلایا، مطلب یہ تھا کہ بات سمجھ آگئی ہے۔ کتے نے بتایا کہ کئی کتے میرے پیچھے پیچھے بھونک رہے تھے، میں بھی اُن کو خوں خوں کرکے ڈراتا رہا۔ اسی اثنا میں مَیں نے دیکھا کہ مالٹا رنگ کی وردی پہنے کچھ نوجوان ہر گھر سے نیلے پلاسٹک کے تھیلوں میں کوڑا جمع کر رہے ہیں، اُن تھیلوں سے گوشت کی خوشبو آرہی تھی، میرا دل تو چاہ رہا تھا کہ تھیلے کو آگے بڑھ کر پھاڑ دوں مگر اُس آدمی سے ڈر

http://www.bookstube.net
www.pdfbooksfree.pk

لگ رہا تھا۔ کچھ دیر گزری تو ایک گاڑی آگئی، اس آدمی نے تمام تھیلے اس گاڑی میں ڈال دیے۔ گاڑی چلی گئی اور وہ باقی گھروں سے کوڑا جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ وہاں دو لڑکے کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کو بتا رہا تھا کہ یہ تمام کوڑا کرکٹ اب بہت دُور لے جایا جاتا ہے وہاں ان میں سے کارآمد چیزیں علیحدہ کر لی جاتی ہیں باقی کوڑا زمین میں دوائی ڈال کر دفنا دیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد یہ کھاد میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اب ہم لوگ بہت سی بیماریوں سے بچ جائیں گے۔ اس لڑکے کی باتیں سُن کر میں بہت پریشان ہوا کہ اب ہمارا کیا بنے گا۔ بکرے نے کہا: ''دوستو! ہم کو اب یہاں سے کسی اور آبادی کے نزدیک منتقل ہونا پڑے گا۔ آج رات میں آپ کی دعوت کروں گا۔ میں جب شہر میں رہتا تھا تو وہاں ایک گھر کے کچن اور ڈائننگ روم کی کھڑکیاں گلی میں کھلتی تھیں۔ کھڑکیاں کافی اونچی تھیں۔ آج کل موسم ایسا ہے وہ کھانے کے وقت کھڑکیاں کھول کر رکھتے ہیں۔ ہم سب وہاں چلتے ہیں، میں کھڑکی کے نیچے کھڑا ہوں گا، میرے اوپر کتا کھڑا ہو، کتے کے اوپر بلی اور اس کے اوپر مرغ۔ مرغ نے کہا کہ میرا تو کچھ گزارا اِدھر ہی سے الا بلا کھا کر ہو گیا ہے، میرا خیال ہے میں نہ جاؤں۔ بکرے نے کہا: ''مرغ صاحب! آپ کا جانا ضروری ہے، کیوں ضروری ہے یہ میں آپ کو وہاں پہنچ کر بتاؤں گا۔'' بھوک کی وجہ سے اُن سے چلا تو نہیں جا رہا تھا لیکن باتوں باتوں میں وہ سب وہاں کھڑکی کے پاس پہنچ گئے۔ کھڑکی کھلی تھی اور وہاں سے طرح طرح کی خوشبوئیں آ رہی تھیں۔ بکرے نے بتایا کہ جب باورچی میز پر کھانا لگا لے تو ہم نے مل کر اکٹھے چیخنا ہے۔

باورچی ایک ایک کر کے باورچی خانے سے کھانے اور پینے کی چیزیں میز پر لگا رہا تھا۔ اتنے میں دو لڑکے کمرے میں داخل ہوئے اور کھڑکی کے پاس کرسیوں پر آ کر اس طرح بیٹھ گئے کہ ان کی پشت کھڑکی کی طرف تھیں۔ مرغ اور بلی دیکھ رہے تھے کہ سیخ کباب، کوفتے، پلاؤ، سلاد، دودھ، قورمہ، بھنا ہوا گوشت اور نجانے کیا کیا چلا آ رہا ہے ایک لڑکا دوسرے کو بتا رہا تھا کہ آج میں نے اپنے دوست کے گھر ایک کارٹون پروگرام دیکھا، بہت مزہ آیا۔ ایک بھوت ہوتا ہے جس کے چار منہ ہوتے ہیں۔ سب سے اوپر اونٹ جیسا منہ ہے، اس کے نیچے ریچھ جیسا، اس کے نیچے چیتے جیسا اور سب سے نیچے شیر جیسا منہ ہوتا ہے۔

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ چاروں جانوروں نے اکٹھے مل کر خوفناک آوازیں نکالیں، مرغے نے زور زور سے اذانیں دینی شروع کر دیں، بلی نے چیخیں مارنی شروع کر دیں، کتے نے بھونکنا شروع کر دیا۔ ابھی دونوں لڑکے گردن موڑ کر پیچھے دیکھ بھی نہ پائے تھے کہ مرغا اُڑ کر ایک لڑکے کی کمر پر جا بیٹھا اور اس کے سر میں چونچیں مارنی شروع کر دیں، بلی دوسرے لڑکے کی کمر پر جا بیٹھی اور سر پر پنجے مارنے شروع کر دیے۔ وہ دونوں لڑکے چیخیں مارتے ہوئے کمرے سے بھاگ گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ اُن کو ڈر لگ رہا تھا کہ یہ چڑیلیں ڈائننگ روم سے نکل کر کمروں میں اُن کا پیچھا کرنا نہ شروع کر دیں۔ کتے، بلی اور مرغ نے خوب دعوت اُڑائی، ساتھ ساتھ برتن میز سے گراتے جاتے۔

بچوں نے اپنی ماں کو منع کیا کہ دروزاہ نہ کھولنا، بہت خطرناک بلائیں کھڑکی سے اندر گھس آئی ہیں۔ اتنے میں بچوں کے ابو گھر آ گئے، بچے باپ کو چمٹ گئے، ابو ہمارے کھانے کے کمرے میں چڑیلیں گھس آئی ہیں۔ آپ 1122 پر فون کریں کہ جلد آئیں اور ہمارے گھر سے ان کو نکالیں۔ اُن کے ابو نے کہا کہ تمہارا دماغ خراب ہے، معلوم ہوتا ہے کمپیوٹر پر کارٹون دیکھ دیکھ کر تمہارے دماغ پر اثر ہو گیا ہے۔ اُن کے ابو نے کہا کہ میں ابھی جا کر دیکھتا ہوں کیا معاملہ ہے۔ بچوں نے بہت شور مچایا کہ کھانے کے کمرے کا دروازہ نہیں کھولنا، لیکن انہوں نے جونہی دروازہ کھولا میز پر جو تباہی مچی ہوئی تھی وہ دیکھ کر انہیں بہت غصہ آیا۔ مرغ اُڑتا ہوا کھڑکی سے باہر چلا گیا، بلی بھی دو چھلانگیں لگا کر باہر کود گئی، کتا سب سے آخر میں بھونکتا بھونکتا کھڑکی سے باہر نکل گیا۔ ابو نے پھر بچوں سے کہا کہ کتنی دفعہ میں نے تمہیں کہا ہے کہ جالی والی کھڑکی کسی حالت میں بھی نہیں کھولنی چاہیے لیکن تم سمجھتے ہی نہیں ہو۔ آج دیکھو یہ جانور اندر آ کر کتنا نقصان کر گئے ہیں۔

تمام جانور جب واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچے تو ہنس ہنس کر بے حال ہو رہے تھے، ایک گدھا اُدھر سے گزرا، وہ رُک گیا اور پوچھا کیا بات ہے آج بہت خوش ہو۔ بلی نے ساری داستان سنائی۔ گدھے نے کہا یہ تو ٹھیک ہے اتفاق میں برکت ہے لیکن بغیر اجازت اس طرح کسی کے گھر میں داخل ہونا کوئی مناسب کام نہیں ہے۔

☆☆☆

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

قاضی کی ذہانت

ام عادل

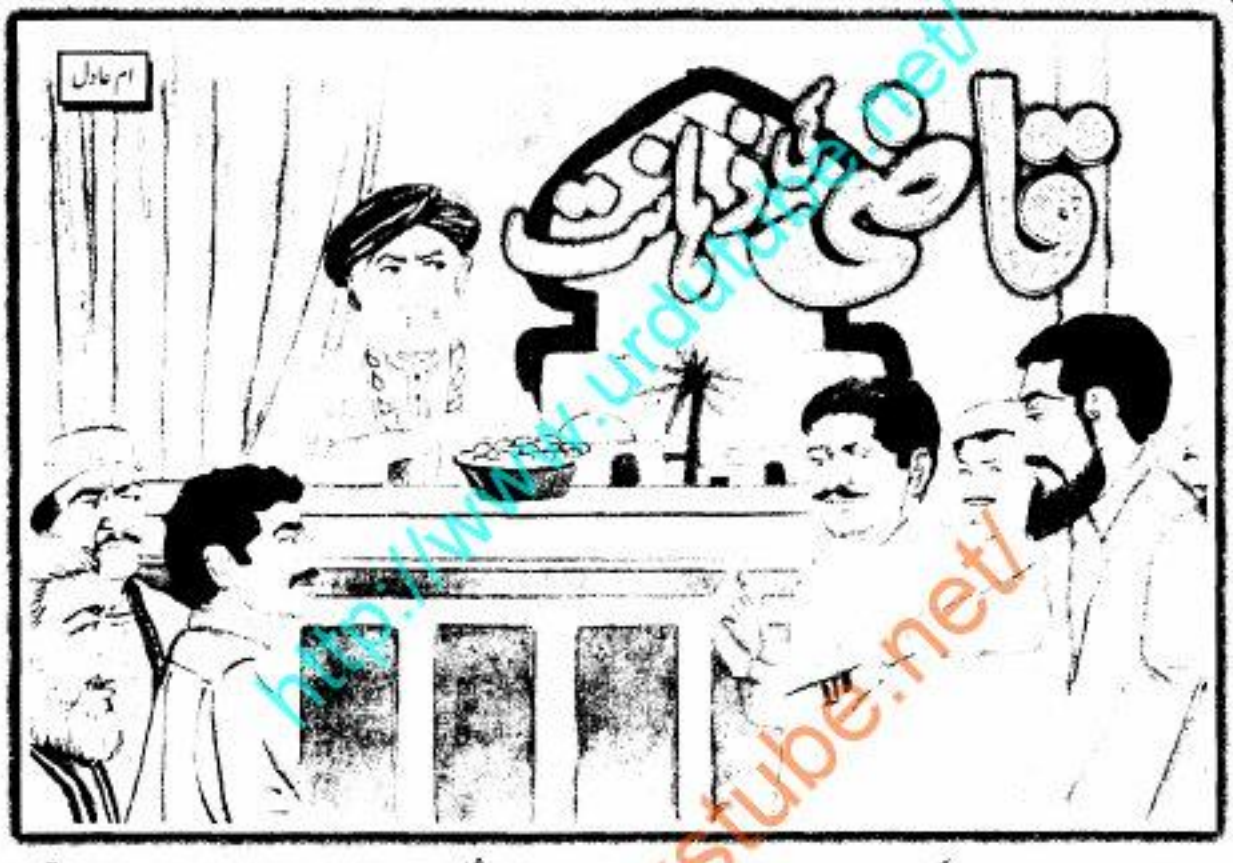

پرانے وقتوں کا ذکر ہے کہ کسی ملک کے قاضی صاحب اپنی ذہانت، انصاف اور مقدمات کا بروقت فیصلہ کرنے میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ ایک دن قاضی صاحب اپنے حجرے میں بیٹھے کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے، وہ یقیناً کسی مقدمے کی باریک گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف تھے۔ معاً ان کے حجرے کے سامنے دو اشخاص کے جھگڑنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ''میں کہتا ہوں تم اب بھی مان لو کہ یہ میرے پیسے ہیں، تمہارے نہیں اور تم جھوٹ بول رہے ہو۔'' بولنے والے شخص نے دوسرے شخص کو مضبوطی سے اپنی بانہوں میں جکڑ کر رکھا تھا اور دوسرا شخص اس کی گرفت سے خود کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ ''نہیں، یہ سراسر جھوٹ ہے۔ یہ میری محنت کی کمائی ہے اور تم محنت میں اس کے دعوے دار بن رہے ہو۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ چوری اوپر سے سینہ زوری۔''

آوازیں سن کر قاضی صاحب اپنے خیالات کو جھٹک کر حجرے سے باہر نکل آئے۔ قاضی صاحب کو دیکھتے ہی دونوں ایک ساتھ بولے: ''قاضی صاحب! یہ میرے دینار ہیں اور اس نے چوری کیے ہیں، یہ زبردستی مجھ سے چھین رہا ہے۔'' قاضی صاحب نے تحمل سے کہا کہ اس طرح مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا، تم باری باری اپنی بات بیان کرو تو پتا چل سکے کہ اصل ماجرا کیا ہے۔ ہاں! ''پہلے تم بتاؤ۔'' قاضی صاحب نے پہلے اس شخص کی طرف اشارہ کر کے اپنی بات کہنے کا موقع دیا جس کو بڑی جسامت والے نے اپنی بانہوں میں جکڑ رکھا تھا۔

''قاضی صاحب بات یہ ہے کہ یہ جو میری مٹھی میں دینار ہیں یہ میرے ہیں جب کہ یہ شخص اپنی زور آوری کے سبب مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔'' ''نہیں، نہیں، قاضی صاحب! یہ شخص جھوٹا اور مکار ہے اس کی مٹھی میں دبے دینار میرے ہیں۔ میں تیل بیچنے کا کام کرتا ہوں۔ صبح سے دوپہر تک ایک ایک دینار تیل بیچ کر جمع کیا تھا۔ دوپہر کو کچھ دیر ستانے کو دکان کے فرش پر آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا کہ یہ شخص مجھے سوتا سمجھ کر دبے پاؤں میرے گلے (گلک) تک پہنچ گیا۔ جب یہ رقم نکال رہا تھا تو میں کھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ اسی اثنا میں یہ گلے سے دیناروں کی مٹھی بھر چکا تھا۔ میں نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔'' دوسرے شخص نے عجلت میں پہلے کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی اپنی بپتا بیان کر دی۔ قاضی صاحب نے دونوں کا بیان سن کر حجرے سے ایک پیالہ منگوا کر اس شخص کے ہاتھ سے دینار پیالے میں رکھوا لیے اور کہا کہ اس مقدمے کا فیصلہ صبح عدالت میں ہو گا۔ دونوں دعوے داروں کے پیروں میں زنجیر ڈال کر انہیں دوسرے حجرے میں رات کو ٹھہرا دیا اور خود قاضی صاحب اپنے حجرے میں واپس چلے گئے اور اس مقدمے کی سچائی

www.pdfbooksfree.pk

پر غور و فکر کرنے لگے کہ دونوں میں کون حق پر ہے۔ اُدھر جو چور تھا وہ سوچنے بلکہ خود کو کوسنے لگا کہ ناحق اس سانڈ سے اُلجھا۔ صبح عدالت میں یہ شخص جیت جائے گا اور اپنی رقم لے کر اپنے گھر چلا جائے گا اور مجھے جیل کی ہوا کھانی پڑے گی اور دوسرا شخص قاضی صاحب کی ذہانت اور انصاف پر سوچتے ہوئے خوش ہو رہا تھا کہ صبح مجھے میری محنت کی کمائی واپس مل جائے گی۔ قاضی صاحب نے بہت سوچ بچار کے بعد آدھی رات کو پیسوں والا پیالہ پانی سے بھر دیا اور مطمئن ہو کر سو گئے۔ صبح نماز فجر سے فارغ ہو کر قاضی صاحب نے پیالے کا بغور مشاہدہ کیا اور فوراً ہی حقیقت کی تہہ تک پہنچ کر عدالت جانے کی تیاری کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر میں قاضی صاحب دونوں مدعیوں اور اپنے ایک نوکر جس کے ہاتھ میں رقم اور پانی سے بھرا پیالہ تھا، کے ہمراہ عدالت جا پہنچے۔ ڈھکا ہوا پیالہ عدالت کی میز پر رکھ دیا گیا۔ قاضی صاحب اپنی مسند پر براجمان ہو گئے اور دونوں ملزمان (جب کسی پر کوئی الزام لگایا جاتا ہے تو وہ ملزم ہوتا ہے مگر جب اس پر جرم ثابت ہو جاتا ہے تو وہ مجرم کہلاتا ہے) قاضی صاحب کے سامنے کھڑے تھے۔ عدالت میں ایک مرتبہ پھر قاضی صاحب نے ان دونوں کو سچ کہہ دینے کا موقع دیا مگر دونوں اپنے اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ قاضی صاحب نے بسم اللہ پڑھ کر مقدمے کی کارروائی کا آغاز کیا۔ چوری اور معاشرے پر اس کے نقصانات پر تھوڑا سا لیکچر دیا، پھر دیو قامت شخص کی طرف اشارہ کر کے اس کا نام پوچھا۔ ”جی میرا نام بلال ہے۔“ ”اور تمہارا؟“ قاضی صاحب نے دوسرے شخص کی جانب اشارہ کیا۔ ”میرا نام عمار ہے۔“ اس پر نام بتاتے ہوئے تھوڑی سی گھبراہٹ طاری تھی۔ ”ہاں تو عمار تمہیں چوری کرتے ہوئے شرم نہ آئی۔“ قاضی صاحب نے ایک ہی جملے میں براہ راست عمار کو مخاطب کر کے فیصلہ سنا دیا۔ کیا مطلب؟ قاضی صاحب! آپ نے نہ کوئی سوال کیا۔ آپ کو راتوں رات کوئی خواب آ گیا یا الہام ہو گیا کہ میں ہی چور ہوں اور یہ چور نہیں ہے۔“ عمار نے اپنا دفاع کرتے ہوئے دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حسب توقع ردعمل دیا۔ سزا کے خوف سے اس کی آواز میں کپکپاہٹ نمایاں تھی۔ وہ پھر گویا ہوا: ”اور ہاں! کوئی ثبوت تو دیجیے کہ کس بنا پر آپ مجھے مجرم گردان رہے ہیں۔“ عمار برہم ہو رہا تھا۔ قاضی صاحب بڑے ضبط سے اس کی بات سن رہے تھے اور بولے: ”عمار! تم نے ٹھیک کہا، عدالتیں بغیر ثبوت کے فیصلے نہیں کیا کرتیں۔ تمہیں مجرم ثابت کرنے کا ثبوت اس میز پر رکھا ہے۔“ اتنا کہہ کر قاضی صاحب نے پیالے پر سے ڈھکن ہٹایا تو اس میں موجود دینار اور پانی کمرہ عدالت کا ہر شخص دیکھ سکتا تھا۔ ”یہ تو پانی سے بھرا پیالہ اور اس کی تہہ میں سکے ہیں، یہ کون سا ثبوت ہوا؟“ چور اب بھی الزام اور سزا سے بچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ ”ہاں! تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر اگر میری آنکھ سے دیکھو تو یہاں موجود ہر شخص کو وہ ثبوت نظر آئے گا، جس کی بنا پر میں نے فرد جرم تم پر لگائی ہے۔ پانی کی تہہ میں متنازعہ رقم ہے اور اس کی سطح پر ثبوت بھی ہے۔ رات میں نے اس مقدمے پر بہت سوچا، پھر میں نے حسب دستور دو نفل ادا کیے اور سو گیا۔ میں ہر مقدمے کے فیصلے سے قبل ایسا ہی کرتا ہوں۔ میرا پاک پروردگار خواب میں میری رہنمائی فرماتا ہے اور مجھے درست فیصلہ صادر فرماتا ہے۔ رات نوافل کی ادائیگی کے بعد جب میں گہری نیند میں چلا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اسی سکوں والے پیالے میں ایک بزرگ پانی بھر کر پیالے کی سطح پر کچھ دیکھ رہے ہیں۔ دفعتاً میری آنکھ کھل گئی۔ اشارہ بڑا واضح تھا۔ میں نے اسی وقت سکے والے پیالے کو پانی سے بھر دیا۔ صبح بیدار ہو کر جب میں نے پیالے کی سطح کو بغور دیکھا تو تمہارے خلاف ثبوت پایا۔ آؤ! تم بھی دیکھو۔“ قاضی صاحب نے عمار کو قریب بلایا۔ اس نے پیالے کی سطح پر جب غور سے دیکھا تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ ”پانی کی سطح پر تو تیل کی ہلکی سی تہہ ہے۔“ ”ہاں، یہی تیل کی تہہ تمہیں جھوٹا اور بلال کو سچا ثابت کرنے کا ثبوت ہے۔ بلال تیل بیچنے کا کام کرتا ہے۔ اس کے ہاتھوں پر دن بھر تیل لگا رہتا ہے اور جب یہ گاہکوں سے پیسے وصول کرتا ہے تو ان سکوں پر بھی تیل لگ جاتا ہے۔ کل شام تم دونوں جب میرے پاس آئے تو تمام سکے تمہاری مٹھی میں دبے تھے۔ اگر یہ سکے تمہارے ہوتے تو ان پر تیل کی موجودگی چہ معنی؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ رقم جو بلال نے تیل والے ہاتھوں سے گاہکوں سے وصول کی تھی تمہاری نہیں بلکہ بلال کی ہے۔ لہٰذا چوری کے جرم میں تمہیں ایک سال قید بامشقت کی سزا دی جاتی ہے اور یہ شخص جس کا نام بلال ہے، رقم کی حوالگی کے ساتھ باعزت بری کیا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ عدالت برخاست کی جاتی ہے۔ فیصلہ سنا کر قاضی صاحب کمرۂ عدالت سے چلے گئے۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

مدیر تعلیم و تربیت! السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟ کیا حال ہیں؟ امید کرتی ہوں آپ خیریت سے ہوں گے۔ اس ماہ کے رسالے کا سرورق بہت پسند آیا۔ تمام کہانیاں اعلیٰ تھیں۔ کھڑکھاند گروپ اور جواب تو بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ سلسلہ ''میرا گلگت و ہنزہ'' دوبارہ شروع کریں۔ (سدرہ مسعود، راول پنڈی)

☆ پیاری سدرہ آپ نے بہت محبت اور خلوص سے رنگوں سے سجا خط لکھا۔ اس کے لیے بہت شکریہ۔

فروری کا شمارہ ملا، دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ ورلڈ کپ کا شیڈول دے کر آپ نے ہماری مشکل حل کر دی۔ اداریہ پڑھ کر رقت طاری ہوگئی۔ امن کا راستہ، اسلامی درس گاہیں، صدقہ، جواب، محاورہ کہانی، کھڑکھاند گروپ اور بونوں کا دیس بہترین کہانیاں تھیں۔ فتح محمد عرشی کا تو جواب ہی نہیں۔

(سردار حسن رضا، کنول شہزادی قادری، حلیمہ نشان، خدیجہ نشان، کامونکی)

☆ پسندیدگی کا شکریہ! حسن رضا صاحب سے عرض ہے کہ شماروں کے لیے ہمارے سرکولیشن مینیجر جناب بشیر راہی صاحب سے رابطہ کیجیے۔

میں گذشتہ دس سالوں سے بطور اُردو اور اسلامیات ٹیچر کے تدریس کے فرائض سر انجام دے رہی ہوں۔ ہمارے اسکول میں تعلیم و تربیت بہت مقبول ہے اور بچے بھی مختلف سرگرمیوں میں حصہ لیتے آ رہے ہیں۔ ہمارے اسکول میں تعلیم و تربیت نصاب کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ اس نے بچوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ پرائمری لیول پر بچے اُردو روانی اور درست لب و لہجے میں ادا کرتے ہیں۔ اس میں سلسلہ ''بلاعنوان'' کے ذریعے امتحانی سوال عنوان کے تحت بچے آسانی سے عنوان لکھ لیتے ہیں۔ سلسلہ ''آپ بھی لکھیے'' سے بھی کسی عنوان پر کہانی لکھنے کے لائق ہو گئے ہیں۔ درسِ قرآن و حدیث اور دیگر مضامین بچے خوش ہو کر اسمبلی میں پڑھتے ہیں۔ اب انہیں اُردو کا مضمون خشک نہیں لگتا۔ ''ہونہار مصور'' نے بے شمار ننھے آرٹسٹ بنا دیے ہیں۔ غرض تعلیم و تربیت کا ہر صفحہ اپنے نام کے عین مطابق صحیح معنوں میں عمل کر رہا ہے۔

یقین مانیے دس سالوں کے دوران جب کبھی ورک لوڈ کے باعث تعلیم و تربیت کی طرف کم توجہ دی، ہمیں معیار میں واضح فرق نظر آیا۔ لہٰذا اب یہ ہمارے نصاب کا حصہ بن چکا ہے۔ ایک شکایت یہ ہے کہ رسالہ ہمیں دیر سے ملتا ہے۔ (معلمہ شبانہ کوثر، راول پنڈی)

☆ قابلِ احترام شبانہ صاحبہ! پسندیدگی اور حوصلہ افزائی کا شکریہ۔ اپنی دعاؤں اور تجاویز سے نوازتے رہیے تاکہ رسالہ مزید بہتر ہو سکے۔

میں کافی عرصہ سے تعلیم و تربیت کا قاری ہوں۔ دو تین کہانیاں بھی بھیج چکا ہوں مگر آپ نے ایک بھی شائع نہیں کی اور نہ ہی میرا خط شائع کر رہے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح تعلیم و تربیت بہترین ہے۔ پلیز! یہ خط ضرور شائع کیجیے گا، ورنہ لکھنا ہی چھوڑ دوں گا۔

☆ محمد قمر الزماں صاحب! آپ کی تحریریں گاہے بہ گاہے شائع ہوتی رہتی ہیں۔ آئندہ بھی ہوا کریں گی۔ آپ ہمارے دیرینہ قاری ہیں، لہٰذا آپ کو پھر سے تعلیم و تربیت میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ قلمی تعاون جاری رکھیے گا۔ رابطہ نمبر بھی ضرور لکھیے۔

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ فروری کا شمارہ شان دار تھا۔ میں آپ سے سخت ناراض ہوں۔ آپ میری تحریریں شائع نہیں کرتے حالاں کہ وہ قابلِ اشاعت ہوتی ہیں۔

(آمنہ سلام، عائشہ سلام، محمد اسماعیل، اسلام آباد)

☆ پیارے بچو! ناراض مت ہوں۔ تھوڑا سا انتظار کی زحمت اٹھانی پڑے گی اور باری آنے پر آپ کی تحریریں ضرور شائع ہوں گی۔

تعلیم و تربیت ایک عمدہ رسالہ ہے۔ میں پہلی بار خط لکھ رہا ہوں۔ یہ رسالہ پچھلے پانچ سالوں سے ہمارے گھر آ رہا ہے۔ کھڑکھاند گروپ کی کہانی بہت پسند آئی۔ مارچ میں میرے امتحان ہیں اور سال گرہ بھی ہے۔ (حمزہ ہارون، پشاور)

☆ ڈیئر حمزہ سال گرہ مبارک ہو اور امتحان کے لیے بہت سی دعائیں۔

میری طرف سے آپ سب کو سلام۔ میرا نام وشمہ خان ہے۔ میں دوم جماعت کی طالبہ ہوں۔ مجھے تعلیم و تربیت بہت پسند ہے۔ اسی

http://www.urdumovies.net/
http://www.booksstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

کی وجہ سے مجھے لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ (وشمہ خان، لاہور)

پچھلے ماہ ہونہار مصور میں مجھے چوتھا انعام ملا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں نے اسکول میں اپنے ساتھیوں کو بھی بتایا۔ اس ماہ چیتے کا شکار، بونوں کا دیس کہانیاں پسند آئیں۔ بوجھو تو جانیں اور محاورہ کہانی اچھی لگیں۔ ہمارے امتحان کے لیے دعا کریں۔ (عائشہ وسیم، لاہور)

☆ ڈیئر عائشہ! اللہ تعالیٰ آپ کو امتحان میں کامیاب کرے۔

پچھلے مہینے خط لکھا مگر شائع نہیں ہوا۔ اس بار ایک کہانی بھیج رہی ہوں۔ برائے مہربانی ضرور شائع کریں۔ میگزین بہت لیٹ ملتا ہے۔

(ریشا نور، اسلام آباد)

میرا نام امامہ حبیب ہے۔ میں آٹھویں میں پڑھتی ہوں۔ تقریباً دس سال سے میں تعلیم و تربیت کی خاموش قاری ہوں۔ فروری کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ (امامہ حبیب، کوہاٹ)

میں چھ سال کی عمر سے تعلیم و تربیت پڑھ رہا ہوں۔ اس رسالے میں بہت سی معلومات اور سبق ملتے ہیں۔ ہر ماہ اچھی کہانیاں چھپتی ہیں۔ سانحہ پشاور کا آرٹیکل پڑھ کر دل بھر آیا۔ امید ہے ہم اس سانحہ سے کچھ سیکھ لیں گے۔ (حافظ عبداللہ، لاہور)

میں بہت عرصے کے بعد خط لکھ رہی ہوں۔ پڑھائی میں اتنی مصروف تھی کہ لکھنا یاد ہی نہیں رہا۔ اس بار میری سیکنڈ پوزیشن آئی ہے۔ دعا کریں فائنل میں پہلی پوزیشن آئے۔ (ایمان علی، راول پنڈی)

☆ ڈیئر ایمان! پڑھائی میں مصروف ہو کر سب کچھ بھول جانا اچھی بات ہے۔ محنت اور شوق سے پڑھیں۔ آپ کے لیے بہت سی دعائیں۔

جنوری کا شمارہ چار تاریخ کو ملا۔ رشتے احساس کے، پرواز اور ہدایت بہترین کہانیاں تھیں۔ سندباد کا سفر دل چسپ تھا۔ میری بیاض کے اشعار ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ذائقہ کارنر میں گاجر کا حلوہ پڑھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ (تمامضر ساجد، صادق آباد)

☆ ڈیئر تمامضر! کہانی بھیجیے اچھی ہوئی تو ضرور شائع ہوگی۔

امید ہے تعلیم و تربیت کی پوری ٹیم خیریت سے ہوگی۔ میں تین سال سے یہ رسالہ پڑھ رہا ہوں۔ اب پہلی بار خط لکھ رہا ہوں۔ مارچ میں سالانہ امتحان ہیں۔ میرے لیے دعا کیجیے گا۔ (عبیداللہ ملک، اٹک)

یہ ہمارا دوسرا خط ہے۔ ہمیں لکھنے کا بہت شوق ہے لیکن ہمیں پذیرائی نہیں ملتی تو بہت افسوس ہوتا ہے۔ امید ہے آپ ہمارا خط شائع کر کے ہمیں دکھ نہیں پہنچائیں گے۔ (یاسمین فاطمہ، لاہور)

☆ ڈیئر یاسمین! آپ کہانیاں بھیجیں اور مجھ سے ٹیلی فون پر رابطہ کریں۔

میں پہلی بار خط لکھ رہا ہوں۔ مجھے تعلیم و تربیت بہت اچھا لگتا ہے۔ اس کی کہانیاں دل چسپ ہوتی ہیں۔ میں پانچ سالوں سے یہ پڑھ رہا ہوں۔ میں انعامی سلسلوں میں حصہ لیتا ہوں لیکن میرا انعام کبھی نہیں نکلا۔ (حسن رضا عطار، فیصل آباد)

کیسے ہیں آپ؟ اس ماہ کے خط اور آیئے مسکرایئے بہت اچھے تھے۔ امن کا راستہ، سندباد کا سفر اور کھڑکھاند گروپ مجھے بہت پسند آئے۔ کوپن کے پیچھے کوئی کہانیاں وغیرہ نہ دیا کریں۔ یہ شکایت میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ (احمد یار)

کیسی ہیں آپ؟ میں ایک سال سے تعلیم و تربیت پڑھ رہا ہوں۔ دوسری بار خط لکھ رہا ہوں۔ شمارے میں تمام کہانیاں دل چسپ تھیں۔ (مصنف خان، نوشہرہ کینٹ)

میں آپ کی نئی قاری ہوں۔ مجھے تعلیم و تربیت کی کہانیاں پسند ہیں۔ میں نے زندگی کے مقاصد میں تصویر بھیجی ہے۔ ضرور شائع کریں۔ (ماہم شہباز، لاہور)

تعلیم و تربیت بہت اچھا رسالہ ہے۔ اس میں بہت اچھی کہانیاں ہوتی ہیں۔ ہم بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تعلیم و تربیت کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے۔ ہم نے پہلے بھی خط بھیجے ہیں۔ یہ خط بھیج رہا ہوں، مارچ میں ضرور شائع کریں۔ (حافظ محمد احسان کبریا، بھکر)

تعلیم و تربیت ہمیشہ سے ہمارا پسندیدہ رسالہ رہا ہے۔ اس شمارہ میں صدق، بونوں کا دیس اور چیتے کا شکار کہانیاں لاجواب تھیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ معلومات عامہ کا سلسلہ دوبارہ شروع کیجیے۔ اس میں بہت سی مفید معلومات ہوتی ہیں جو ہمیں دوسری کتابوں سے نہیں ملتیں۔ (شائلہ ناز، محمد ضیاء اللہ، میاں والی)

ان ساتھیوں کے خطوط بھی بڑے ثبت اور اچھے تھے، تاہم جگہ کی کمی کے باعث ان کے نام شائع کیے جا رہے ہیں:

محمد عثمان غنی، محمد شکیب مسرت، محمد احمد خان غوری، بہاول پور۔ محمد سلیم مغل، قصور۔ محمد افضل انصاری، کشف نور، مریم اعجاز، مریم یوسف، لاہور۔ ثوبیہ امان، حفیظ اللہ قیصرانی، محمد عرفان نواز قیصرانی، وہوا۔ توصیف مصنف، نوشہرہ کینٹ۔ وردہ زہرہ، جھنگ۔ صبا شوکت، گوجرانوالہ۔ حافظ تنزیلہ افضل، بہاول پور۔ محمد حمزہ الحاری، میاں والی۔ محمد ہارون مکین، محمد عاصم مکین، پھالیہ۔ سارہ فضل، کوئٹہ۔ محمد احمد کامران، انور رانا، نظیمہ زہرہ، لاہور۔ ثمینہ قریشی، رباب انور، شمائل انور، ملتان۔ بشریٰ اصغر، روحی ناز، عمران رانا، شکیلہ پروین، نائلہ قریشی، گجرات۔ صائمہ، صائمہ، فرح، فرخندہ کاردار۔ گوجرانوالہ۔

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

یہ جان لیوا تعاقب تھا۔ چینی کے جسم کی ساری قوت اس کی ٹانگوں میں آ سمائی تھی۔ اب اسے اپنی زندگی بچانے کی جدوجہد کرنی تھی۔ خون کے آخری قطرے تک لڑنا تھا۔ زندہ رہنے کے لیے دوڑنا ضروری تھا۔ زندگی کی بقا دوڑ میں تھی اور وہ سرپٹ دوڑ رہی تھی۔ جنگل میں متعدد رکاوٹیں اس کی دوڑ کے راستے میں حائل تھیں۔ کہیں اونچی گھاس تھی۔ کہیں خاردار جھاڑیاں تھیں کہیں درختوں کی زمین تک جھولتی شاخیں تھیں اور وہ کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے چھلانگیں لگاتی، کودتی، پھاندتی مسلسل آگے بڑھ رہی تھی۔ پھر سامنے جھاڑیوں کی باڑ آ گئی۔ چینی نے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ جب وہ زمین پر پہنچی تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرے پھیل گئے۔ اس کی چاروں ٹانگیں دلدلی زمین میں دھنس چکی تھیں۔ یہ جنگل کی ایک خوف ناک دلدل تھی۔ دلدل کی نرم مٹی نے اس کی ٹانگوں کو دبوچ لیا تھا۔ وہ آزاد ہونے کے لیے زور لگاتی تو اور زیادہ مٹی میں دھنس جاتی۔ اس کے عقب میں گھاس میں سرسراہٹ ہو رہی تھی۔ دشمن سر پر پہنچ چکا تھا۔ پھر اس نے اپنے سر کے اوپر دشمن کا سایہ دیکھا۔ خوف سے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں کی دیر تھی اور پھر وہ موت کی آغوش میں چلی جاتی۔

آج صبح جب وہ نیند سے جاگی تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آج کی شام اپنے ساتھ اس کے لیے موت کا پیغام لے کر آئے گی۔ روشن نے حسب عادت صبح کے ناشتے سے فارغ ہو کر اپنی بکریوں کو باڑے میں سے باہر نکالا تھا اور پھر گاؤں سے باہر جانے والے راستے پر روانہ ہو گیا تھا۔ اس کی بکریاں اور ان کے بچے کودتے، پھاندتے آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ گھاس اور درختوں کے پتوں پر منہ مارتے ان کا سفر جنگل شروع ہونے تک جاری رہتا۔ روشن اپنی بکریوں کو لے کر کبھی جنگل میں داخل نہیں ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جنگل میں خونی درندوں کا بسیرا ہے۔ خوراک کی تلاش میں کسی بکری کی جان چلی جائے، یہ سودا اسے منظور نہیں تھا۔

چینی ابھی آٹھ ماہ کی ہوئی تھی۔ وہ بہت شرارتی تھی۔ ہر وقت اٹکھیلیاں کرتے رہنا اس کی عادت تھی۔ اپنے مالک روشن سے وہ بہت پیار کرتی تھی۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ روشن بیٹھا ہوتا اور چینی پھدک کر اس کے کندھوں پر سوار ہو جاتی۔ پھر وہ چھلانگ لگاتی اور ایسے لہرا کر دوڑتی کہ جیسے ہوا چل رہی ہو۔ روشن جنگل کی سرحد پر بیٹھ جاتا، بکریاں اس کے اردگرد اپنی خوراک تلاش کرتی رہتیں۔ ان کے بچے کھیل کود میں مصروف رہتے اور روشن ان سب کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہتا۔ ظہر کے وقت جب روشن نماز کی ادائیگی کے لیے کھڑا ہوتا، تب

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

چینی کو جنگل میں جانے کا موقع مل جاتا۔ اسے جنگل دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ جنگل کی ٹھنڈی ہوا، سرسبز درختوں کے پتے اور مزیدار جنگلی گھاس..... اسے یہ سب کچھ بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ اکثر سوچتی تھی کہ اس کا مالک انہیں جنگل میں لے کر کیوں نہیں آتا۔ یہاں تو بہت اچھی خوراک موجود ہے لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا مالک ان سب کا نگہبان ہے اور نگہبان کا پہلا فرض یہ ہوتا ہے کہ اپنی رعایا کو مشکلات اور خطرات سے بچایا جائے۔ چینی اپنے مالک پر نظر رکھتی تھی۔ اس کی نماز مکمل ہونے سے پہلے وہ واپس لوٹ آیا کرتی تھی۔ پھر روشن ان سب کو لے کر واپس گاؤں کی طرف روانہ ہو جاتا تھا۔ یہ روزانہ کا معمول تھا لیکن آج چینی سے غفلت ہو گئی تھی۔ وہ جنگل کے سحر میں مبتلا ہو کر آگے ہی بڑھتی چلی گئی اور پھر واپسی کا راستہ بھول گئی۔ روشن اپنی بکریوں کا ریوڑ لے کر گاؤں کی طرف چل پڑا، اسے احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ ریوڑ میں ایک بکری کم ہے۔

چینی جنگل میں راستے کی تلاش میں ادھر اُدھر بھٹک رہی تھی۔ اس کی ساری مستی اب خاک ہو چکی تھی۔ جنگل کا سحر اب اسے خوف میں مبتلا کر رہا تھا۔ وقفے وقفے سے وہ اپنے ساتھیوں کو متوجہ کرنے کے لیے بولتی تھی۔

''میں..... میں.....'' لیکن یہاں اس کی آواز سننے والا کوئی نہیں تھا۔ پھر اسے احساس ہوا کہ یہاں اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔ خوف سے اچانک ہی اس کا دل بُری طرح دھڑکنے لگا۔ اس نے جھاڑیوں میں سرسراہٹ کی آواز سنی تھی۔ وہ اپنی جگہ پر ٹھہر گئی اور غور سے جھاڑیوں کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک کتے جیسا جانور جھاڑیوں کی اوٹ سے نکلتا دیکھا۔ اس کی دم پر کانٹوں جیسے بال تھے۔

''کک..... کک..... کون ہو تم.....؟''

چینی نے اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش کی۔ وہ ایک خون خوار بھیڑیا تھا۔

''میں تمہاری موت ہوں.....'' وہ اپنے دانت نکال کر مسکرایا۔

''بہت دنوں سے بھوکا ہوں۔ نرم گرم گوشت کھائے اک عرصہ گزر گیا..... آج پیٹ بھر کھانے کو ملے گا۔'' وہ ایک کے بعد ایک قدم اُٹھاتا چینی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اک لمحے میں چینی کو احساس ہو گیا کہ اس کا مالک انہیں جنگل میں کیوں نہیں لاتا تھا۔ اب چینی کے سامنے دو راستے تھے یا تو وہ ہمت ہار جاتی اور خونی بھیڑیے کے پیٹ کا ایندھن بن جاتی یا پھر اپنی زندگی کی حفاظت کے لیے مزاحمت کرتی۔ اس نے دوسرے راستے پر چلنے کا فیصلہ کیا۔ بھیڑیے نے اسے دبوچنے کے لیے ایک لمبی چھلانگ لگائی تھی۔ چینی کے جسم کی ساری قوت اس کی ٹانگوں میں سما گئی تھی۔ وہ لہرا کر نکلی اور پھر شکار اور شکاری کے درمیان دوڑ شروع ہو گئی۔ بھیڑیے کو توقع نہیں تھی کہ ایک معصوم سا جانور اپنی زندگی کی بقا کے لیے اتنی بھرپور جدوجہد کرے گا۔ بھیڑیا چینی کے تعاقب میں تھا۔ چینی لہراتی کودتی دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ پھر سامنے جھاڑیوں کی باڑ آ گئی۔ چینی نے لمبی چھلانگ لگائی اور باڑ عبور کر گئی۔ بھیڑیے نے بھی اس کے پیچھے چھلانگ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے اسے احساس ہوا کہ وہ نرم مٹی میں دھنس چکا ہے۔ چینی اس سے دو فٹ کے فاصلے پر مٹی میں دھنسی ہوئی تھی۔ وہ کنارے کے پاس تھی اور بھیڑیا کنارے سے دُور تھا۔ آزاد ہونے کے لیے بھیڑیے نے زور لگایا تو اور زیادہ مٹی میں دھنس گیا۔ جلد ہی اسے احساس ہوا کہ وہ دلدل میں پھنس

http://www.urdutube.net
http://www.bookstube.net
www.pdfbooksfree.pk

چکا ہے۔ اس نے بے بس نظروں سے چینی کی طرف دیکھا اور پھر وہ حیران رہ گیا۔ چینی مسکرا رہی تھی۔ یہ مسکراہٹ بہت پُراسرار تھی۔

''موت کے دروازے پر یہ مسکراہٹ کیسی.....؟'' بھیڑیے نے حیرت سے پوچھا۔ چینی کے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ اور زیادہ گہری ہوگئی۔ پھر وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''مجھے اپنی فکر نہیں ہے..... فکر تو مجھے تمہاری ہو رہی ہے۔''

''کیا مطلب.....؟ میں کچھ سمجھا نہیں۔'' خونی بھیڑیے کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''جانے دو..... تم تو ویسے بھی میرے دشمن ہو۔ کچھ دیر پہلے تک تم میرا شکار کرنے کی کوشش کر رہے تھے، اب اسی دلدل میں موت تمہارا مقدر بنے گی۔'' چینی کی آواز میں اطمینان تھا۔

''کسی خوش فہمی میں مت مبتلا رہنا..... یہاں سے ہم دونوں کا نکلنا ناممکن ہے۔ تم بھی میرے ساتھ ہی مرو گی۔'' بھیڑیا غصے سے بولا۔ چینی کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''تم میں اور مجھ میں ایک فرق ہے۔ یہ فرق میری زندگی اور تمہاری موت کا باعث بنے گا۔''

''اب وہ فرق بھی بتا ہی دو.....'' بھیڑیے کے لہجے میں طنز تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ چینی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

''وہ فرق ہے بندگی کا..... ملکیت کا..... اور نگہبانی کا..... میرا ایک مالک ہے۔ تمہارا مالک کوئی نہیں ہے۔ تمہاری تلاش میں یہاں کوئی نہیں آئے گا لیکن جب میرے مالک کو احساس ہوگا کہ اس کے ریوڑ میں ایک بکری کم ہے تو وہ میری تلاش میں ضرور آئے گا اور پھر اس دلدل میں سے مجھے باہر نکال لے گا اور تم..... تمہیں دیکھتے ہی اسے معلوم ہو جائے گا کہ مجھے یہاں تک پہنچانے والے تم ہو۔ پھر وہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔ لاٹھی کے ایک ہی وار سے وہ تمہارا سر توڑ دے گا۔ مجھے اپنی جان کی کوئی فکر نہیں ہے۔ ہنسی تو اس بات پر آ رہی ہے کہ تم کیسے بچو گے۔'' چینی کی بات سن کر خونی بھیڑیا گھبرا گیا۔ چینی کی بات میں سچائی تھی۔ اس کا مالک اس کی تلاش میں آتا ہی ہوگا۔ پھر میرا کیا ہوگا۔ اب اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرے پھیلنے لگے تھے۔ پھر ایک آواز ان دونوں کے کانوں سے ٹکرائی۔

''چینی..... چینی تم کہاں ہو.....؟'' یہ روشن کی آواز تھی۔ وہ اپنی بکری کی تلاش میں جنگل میں آ چکا تھا۔

''کیوں، میں نے کہا تھا ناں!'' چینی نے معنی خیز نظروں سے خونی بھیڑیے کی طرف دیکھا۔ پھر وہ پوری قوت سے منمنائی۔

''مم..... مم..... میں..... میں..... ہم..... مم..... میں.....''

روشن نے چینی کی آواز سن لی تھی اور اسے سمت کا بھی اندازہ ہو گیا تھا۔ اب وہ اس سمت میں دوڑ رہا تھا۔ خونی بھیڑیے کی آنکھوں میں خوف کے سائے اُتر آئے تھے۔ شکاری اب خود شکار ہونے والا تھا۔ اس نے پوری قوت سے زور لگایا۔ وہ دلدل سے نکلنا چاہتا تھا۔ وہ جتنا زور لگاتا تھا۔ اتنا ہی مٹی میں دھنستا چلا جاتا تھا۔ سرسراہٹ کی آوازیں قریب آتی چلی جا رہی تھیں۔ خونی بھیڑیے پر جنون سوار ہو چکا تھا۔ چینی منمنا رہی تھی اور بھیڑیا دلدل سے آزاد ہونے کے لیے زور لگا رہا تھا۔ دلدل کی نرم مٹی نے بھیڑیے کے پورے جسم کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ اب بھیڑیے کی آنکھیں اور تھوتھنی مٹی سے باہر رہ گئی تھی۔ اس نے دیکھا ایک جوان آدمی جھاڑیوں کو ہٹا کر دلدل کے کنارے پر آ کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے جھک کر اپنے دونوں ہاتھوں سے چینی کو تھام لیا اور پھر ایک جھٹکے سے چینی کو نرم مٹی میں سے نکال کر اپنی گود میں اُٹھا لیا۔ خونی بھیڑیے نے آزاد ہونے کے لیے ایک آخری کوشش کی اور پھر اس کی تھوتھنی نرم دلدلی مٹی کے نیچے غائب ہو گئی۔ خونی دلدل نے خونی بھیڑیے کو نگل لیا تھا۔ اب گھر واپسی کا سفر شروع ہوا۔ چینی بہت خوش تھی۔ وہ اپنے مالک کے آگے ناچتی کودتی چل رہی تھی۔ وہ دونوں جنگل کی سرحد میں سے باہر نکلے تو عصر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ روشن نے ایک صاف جگہ پر اپنی چادر بچھا کر نماز کی نیت باندھ لی۔ نماز پڑھنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ چینی اس کے پاس کھڑی اپنے مالک کے حق میں دُعا مانگ رہی تھی۔

''یااللہ..... میں جانتی ہوں کہ جس کا کوئی سائیں نہیں ہوتا، وہ برباد ہو جاتا ہے۔ میں تیرا شکر ادا کرتی ہوں تو نے مجھے روشن جیسا اچھا مالک دیا۔ جہاں تک تیری بات ہے تُو ہم سب کا مالک ہے۔ جس طرح میرے مالک نے میری حفاظت کی ہے تُو میرے مالک کی حفاظت کر.....'' چینی اپنے مالک کے لیے دُعا مانگ رہی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے مالک نے تو بہت پہلے ہی اپنے مالک سے لو لگا لی تھی اور جس کے سر پر اس کا مالک موجود ہوتا ہے۔ وہ کبھی خسارے میں نہیں رہتا۔

☆☆☆

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

غلام حسین میمن

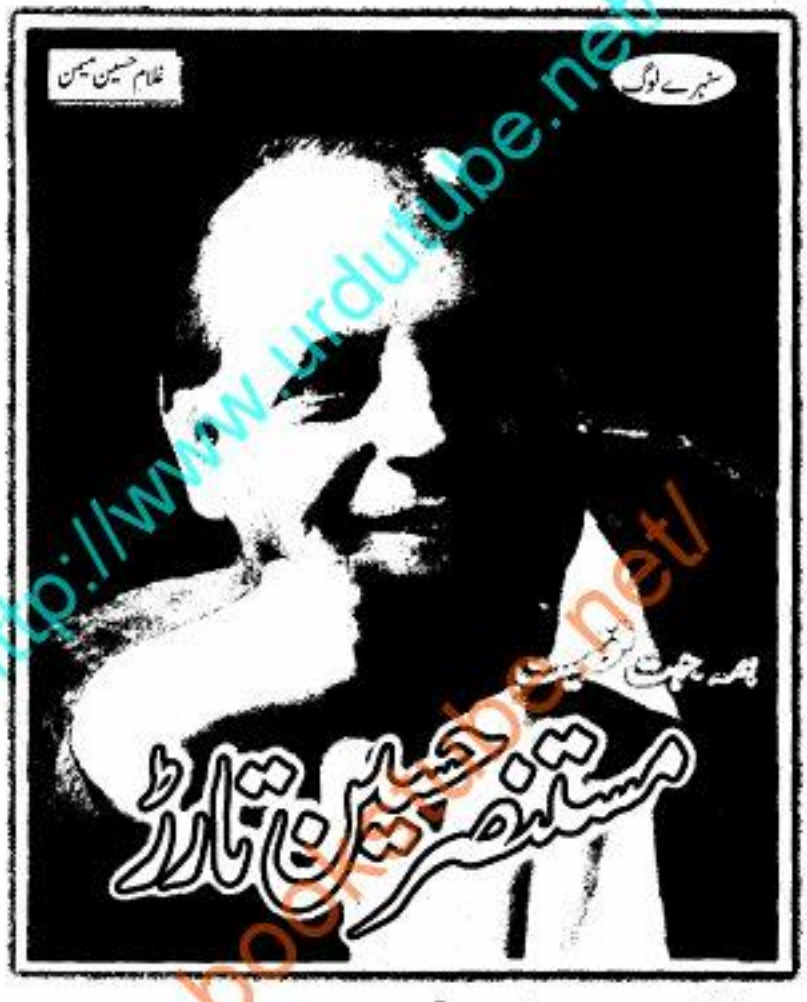

والد کی گوالمنڈی میں بچوں کی دکان تھی۔ مستنصر وہاں بیٹھا رہتا اور اکثر اپنے مستقبل کے بارے میں مختلف خیالات بُنتا رہتا۔ اس کے والد رحمت خان تارڑ کے دوست بھی آتے رہتے تھے۔ علم سے اسے محبت بچپن ہی سے تھی، اس لیے کئی مصنفوں کو پڑھنے کا عمل جاری رہا۔ ان تحریروں نے اسے دنیا کھوجنے کے سفر پر جانے پر مجبور کیا۔

یہ تذکرہ ہے آج کے نامور ادیب، کالم نگار، کمپیئر، اداکار اور سب سے بڑھ کر مقبول سفرنامہ نگار مستنصر حسین تارڑ کا، جو یکم مارچ 1939ء کو علم و ادب کے شہر لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابھی اٹھارہ سال کی عمر تھی کہ ٹیکسٹائل انجینئر بننے کی غرض سے انگلستان چلے گئے۔ وہاں نوٹنگم کالج سے ایف اے کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ 1958ء میں سوویت یونین (موجودہ روس) کے شہر ماسکو میں عالمی یوتھ فیسٹول منعقد ہوا، اس میں برطانوی وفد بھی شریک ہوا۔ مستنصر ان دنوں برطانیہ میں تھے۔ وہ بھی پاکستانی نوجوانوں کے گروپ میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر روس کی حکومت نے تمام ارکان وفد کو خصوصی پاسپورٹ جاری کیے تھے، مگر بعد میں جب وہ پاکستان آئے تو حکومت پاکستان نے ان کے اس عمل کو پسند نہ کیا۔ یہاں ان کے اندر کے ادیب نے کروٹ لی اور انہوں نے سفر انگلستان اور روس کے تجربات کو اُفت روزہ قندیل کے لیے ''ماسکو سے تاشقند تک'' کے عنوان سے لکھا۔ اس کے بعد انہوں نے سفرنامہ لکھنا شروع کیا۔ ان کا پہلا سفرنامہ ''نکلے تیری تلاش میں'' نے عوامی اور ادبی حلقوں میں مقبولیت کے تمام مراحل طے کیے۔ یہ سفرنامہ بھی اس سے قبل سیارہ ڈائجسٹ میں قسط وار چھپ چکا تھا۔ اس کے بعد سفر کرنا اور اسے لکھنا ان کا معمول بن گیا۔ وہ اس وقت پاکستان میں ہر عمر کے قاری کے پسندیدہ ادیب ہیں جن کے سفرنامے معلومات اور ادب کی چاشنی لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے وطن پاکستان میں پہاڑوں پر چڑھنا بھی پسند ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے اپنے تجربات کو سفرنامے کی شکل دی۔ ان کے سفرناموں میں نکلے تیری تلاش میں، اندلس میں اجنبی بے حد مقبول رہے جب کہ پاکستان کے پہاڑی سلسلوں کے حوالے سے ان کے سفرناموں میں نانگا پربت، کے ٹو کہانی، ہنزہ داستان، سفر شمال کے اور چترال داستان مشہور ہیں۔

ان کا دوسرا حوالہ ''چاچا جی'' ہے۔ 16 جنوری 1988ء کو جب پاکستان ٹیلی ویژن نے صبح کی نشریات کا آغاز کیا تو اس کے پہلے میزبان مستنصر حسین تارڑ ہی تھے۔ 75 منٹ کے دورانیے کا یہ پروگرام ان کے مخصوص حوالے ''چاچا جی'' سے بچوں اور بڑوں میں بے حد مقبولیت حاصل کر گیا۔

ٹیلی ویژن سے ان کا تعلق کئی سالوں پر محیط ہے۔ انہوں نے نہ صرف اداکاری کی بلکہ کئی سیریل بھی تحریر کیے۔ ڈرامہ ایک حقیقت ایک افسانہ میں ان کا کردار ''امجد'' آج بھی لوگوں کو یاد ہے۔

انہوں نے ناول نگاری کے میدان میں قدم رکھا تو وہاں بھی

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

کامیابی کے جھنڈے گاڑے۔ ان کے ناولوں میں ہنزہ داستان، فاختہ، مورت، پرندہ، بہاؤ، راکھ وغیرہ بے حد ذوق وشوق سے پڑھے گئے۔

ان کا ایک اور اہم حوالہ کالم نویسی ہے۔ وہ گذشتہ کئی سالوں سے کاروان سرائے کے عنوان سے اردو کے ایک ہفت روزہ کے لیے کالم تحریر کر رہے ہیں جو ان کی گفتگو کی طرح ملکوں ملکوں کی معلومات دیتے نظر آتے ہیں۔ ان ملکوں کی تہذیب، بازاروں کا حال اور لوگوں کا طرز زندگی کا بھی تذکرہ ہوتا ہے۔

ان کی تحریروں سے ملکی سطح پر ہی فائدہ نہیں اٹھایا گیا بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی ان کی کامیابی کے چرچے ہیں۔ ان کے سفرنامے ''نکلے تیری تلاش میں'' کا ایک باب ماسکو یونیورسٹی کے نصاب میں شامل رہ چکا ہے۔ ان کے بارے میں ایک روسی ادیبہ ''گالینا ڈشکو'' کا کہنا ہے کہ ہم روس میں رہنے والے پاکستان کو فیض احمد فیض کی شاعری اور مستنصر حسین تارڑ کی نثر کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ان کا لکھا ہوا پنجابی ناول ''پکھیرو'' کو بھارت کی گرونانک یونیورسٹی کے نصاب میں داخل کیا گیا ہے۔ ان کا ناول ''بہاؤ'' بھارت میں ہونے والے ایک سروے کے مطابق گذشتہ صدی میں تخلیق کیے جانے والے دس بہترین ناولوں میں شامل کیا گیا ہے۔ ان کے ناولوں کے دیگر زبانوں میں بھی ترجمے ہوئے ہیں۔

انہیں کئی اعزازت سے نوازا گیا ہے جن میں 1992ء میں حکومت پاکستان کی جانب سے صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی اور ماسکو اسٹیٹ یونیورسٹی کی جانب سے گولڈ میڈل برائے تحقیق شامل ہیں۔ ان کے سفرنامے ''کے ٹو کہانی'' کی تقریب رونمائی قومی ایئرلائن کے ایک جیٹ طیارے میں اس وقت منعقد ہوئی جب طیارہ عین کے ٹو کی چوٹی کے اوپر محو پرواز تھا۔

انہوں نے پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے سفر کر کے کئی حسین علاقوں کو دریافت کیا۔ سفرنامے لکھ کر قارئین کے ذوق کی تسکین کی۔ ان کی محبت اور وابستگی میں شمالی علاقہ جات کی ایک جھیل کو ''تارو جھیل'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے حج کا سفرنامہ ''منہ وِل کعبہ شریف'' لکھا۔ انہیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انہوں نے تنہا ایک رات مکہ المکرمہ کے جبل نور پر واقع ''غار حرا'' میں گزاری۔ اس دوران اپنی کیفیات اور دل پر گزرے حالات کو بڑی محبت سے ''غار حرا میں ایک رات'' کے عنوان سے سفرنامے کی شکل میں تحریر کیا۔

یکم مارچ 2014ء کو ان کی 75 ویں سال گرہ لاہور میں بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ ان کے کام کو دیکھتے ہوئے دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ

خدا کرے زورِ قلم اور زیادہ

ان کا قلمی سفر اب بھی جاری ہے۔ ان کے انتہائی دلچسپ اور عقیدت میں ڈوبے ہوئے سفرنامے ''غار حرا میں ایک رات'' سے ایک اقتباس پڑھ لیجیے۔

''غار حرا کے اندر ذرا سا جھک کر اپنے سر کو چٹان سے بچاتے ہوئے داخل ہونا پڑتا ہے۔ غار کے داخلے پر جہاں میں نے مصلی بچھایا تھا، وہاں بس ایک ہی مصلے کی گنجائش تھی..... البتہ بائیں ہاتھ پر فرش سے دو تین انچ بلند تھوڑی سی ہموار جگہ ہے جس پر سنگ مرمر کی چند سلیں جڑی ہیں اور جب بہت زیادہ ہجوم ہو جائے تو کوئی شخص سمٹ سمٹا کر اپنے سر اور دائیں کندھے کو بچا کر بہ مشکل نفل پڑھ سکتا ہے ورنہ گنجائش نہیں ہے۔

جہاں میرا مصلی ختم ہوتا تھا، اس کے آگے غار تنگ ہونے لگتی ہے اور اس روزن یا شگاف پر جا ختم ہوتی ہے جو ایک تختی سے نصف سائز ہوگا..... جہاں سجدہ کرتے ہیں یعنی مصلی کا آخر وہاں سے آگے جانے کے لیے رینگنا پڑتا ہے لیکن دو چار ہاتھ بعد اس کا حجم اتنا تنگ ہو جاتا ہے کہ آپ کا سر اس میں داخل نہیں ہو سکتا..... اور اس تنگ جگہ کے آخر میں وہ شگاف ہے..... اسی شگاف کے بارے میں روایت ہے کہ حضور ﷺ یہاں عبادت کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو اس میں سے خانہ کعبہ نظر آتا تھا..... عین ممکن ہے کہ چودہ سو برس پیشتر یہ شگاف قدرے بڑا ہو اور پھر قدرتی طور پر چٹانوں کے کھسکنے یا کسی زلزلے کے باعث یہ مختصر ہو گیا ہو..... بہرطور اب اس میں خانہ کعبہ نظر نہیں آتا..... شہر مکہ کی چند روشنیاں البتہ نظر آتی ہیں..... یا پھر ایسا ہے کہ جیسے اس شب میں نے تجربہ کیا کہ آپ غار کے بائیں جانب جو چٹان ہے اس کے ساتھ رخسار لگا کر گردن ایک خاص زاویے پر اکڑا کر ذرا ترچھے ہو کر ایک خاص زاویے سے شگاف کو دیکھیں تو کعبہ کا ایک مینار اور وہ بھی کسی حد تک نظر آ جاتا ہے..... اور اس حالت میں آپ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتے۔''

☆☆☆

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net
www.pdfbooksfree.pk

کوہ پیمائی ..... مہنگا شوق

نسرین شاہین

کوہ پیمائی ایک خاصا مہنگا شوق ہے۔ اس پر آنے والے اخراجات کا انحصار سر کی جانے والی چوٹی کی بلندی پر ہوتا ہے۔ مثلاً چھ ہزار میٹر کی بلندی سر کرنے کے لیے پانچ سے چھ لاکھ روپے، سات ہزار میٹر کے لیے بارہ سے پندرہ لاکھ اور آٹھ ہزار میٹر کو سر کرنے کے لیے پچیس سے چالیس لاکھ روپے تک کا تخمینہ لگایا جا سکتا ہے۔ یعنی کوہ پیمائی سستی نہیں ہے۔

پاکستان میں اس وقت پانچ ایسی پہاڑیاں ہیں جن کی اُونچائی آٹھ ہزار میٹر سے بلند ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً سات ہزار ایسی پہاڑیاں ہیں جن کی اونچائی پانچ ہزار میٹر یا اس سے بلند ہیں۔ یہاں 72 کلو میٹر لمبی سیاچن گلیشیئر کے علاوہ متعدد بڑے بڑے گلیشیئرز بھی ہیں اور گلگت بلتستان تو مہم جوئی کا بہترین مرکز ہے، جہاں کی معیشت کا دارومدار ہی سیاحت پر ہے۔ مہم جوئی کے اتنے زیادہ مواقع ہونے کے باوجود ابھی تک صرف ایک خاتون کا اور دو مردوں کا ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنا ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ واضح رہے کہ اس سے قبل ایرانی، بھارتی حتیٰ کہ بنگلا دیشی خواتین بھی ماؤنٹ ایورسٹ سر کر چکی ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ ان ملکوں میں 3000 میٹر سے زیادہ بلند چوٹیاں ہے ہی نہیں۔

پاکستانی خاتون شہر بانو سید جو یوں تو دستاویزی فلمیں بناتی ہیں لیکن جب انہوں نے اپنی دستاویزی فلموں میں خواتین کو موضوع بنایا تو انہیں خیال آیا کہ اس کی عکس بندی کچھ اس طرح کی جائے کہ انفرادیت کے ساتھ اپنا مقصد حاصل ہو، چنانچہ انہیں گلگت بلتستان کے ایک گاؤں شمشال کی خواتین کے توسط سے کوہ پیمائی کا خیال آیا کہ خواتین اگر شمشال میں موجود بلند و بالا برفانی چوٹیوں کو سر کریں تو اس سے دستاویزی فلم کے لیے فطرت کے حسین مناظر کی عکس بندی کے ساتھ پاکستانی خواتین کی جدوجہد بھی اس میں شامل ہو جائے گی، لہٰذا انہوں نے شمشال سے تعلق رکھنے والی سات خواتین کے ساتھ مل کر چھ ہزار میٹر (20 ہزار فٹ) بلندی کی حامل تین چوٹیاں سر کر ڈالیں۔ یوں ان کے کام کا مقصد بہ احسن و خوبی حاصل ہوا۔ شہر بانو سید کی قیادت میں ان خواتین نے 26 ستمبر 2012ء کو پہلی چوٹی والیو Walyo (6035 میٹر بلند) سر کی، 29 ستمبر کو دوسری چوٹی منگلیکر (6050 میٹر بلند) جب کہ یکم اکتوبر کو تیسری چوٹی قوزسر (5950 میٹر بلند) سر کی۔ خطرناک ڈھلان اور پھسلن کے باوجود تیسری چوٹی تک جانے کے لیے خواتین نے صرف اپنے زورِ بازو پر بھروسا کیا اور بالآخر کامیابی حاصل کی۔

ویسے تو ہر سال سینکڑوں کوہ پیما اپنے شوق کی تسکین کے لیے ماؤنٹ ایورسٹ کا رُخ کرتے ہیں، پاکستان کے دو نوجوان بہن بھائی اپنے ہاتھوں میں سبز ہلالی پرچم تھامے اُونچی نیچی ڈھلوانوں

http://www.urdutube.net/
http://www.bookstube.net/
www.pdfbooksfree.pk

اور سخت موسم کا مقابلہ کرتے ہوئے دُنیا کی سب سے اُونچی پہاڑی ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کرنے نکل پڑے۔ ان کے ہمراہ 35 غیر ملکیوں کے علاوہ 29 نیپالی گائیڈز بھی تھے۔ 50 دن کے تھکا دینے والے سفر کے بعد بالآخر یہ قافلہ 19 مئی 2013ء کو ماؤنٹ ایورسٹ پہنچا اور انہوں نے دُنیا کی سب سے اونچی چوٹی پر اپنے ملک کا جھنڈا گاڑ دیا۔ کوہ پیمائی کی تاریخ میں 2013ء اس لیے اہمیت کا حامل تھا کہ یہ سال، اس بلند و بالا چوٹی کو سر کرنے کی 60 ویں سال گرہ کے طور پر منایا گیا۔

ماؤنٹ ایورسٹ کو پہلی مرتبہ 29 مئی 1953ء کو دو کوہ پیماؤں نیپال کے ٹینزی نورگے اور نیوزی لینڈ کے ایڈمنڈ ہلری نے سر کیا تھا۔ اس کے بعد ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کرنے کا نہ رُکنے والا سلسلہ شروع ہوا اور گزشتہ 61 برسوں کے دوران ہزاروں کوہ پیما اس بلند ترین چوٹی کو سر کر چکے ہیں، جن میں کئی ملکوں کی خواتین کے علاوہ دو پاکستانی باشندے بھی شامل ہیں۔ 2013ء کو پاکستان کی 21 سالہ ثمینہ بیگ کو پہلی پاکستانی خاتون کوہ پیما ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس سے قبل دو پاکستانی نذیر صابر اور حسن صدپارہ اس چوٹی کو سر کر چکے ہیں۔

ثمینہ بیگ اور ان کے بھائی مرزا علی کا تعلق وادیٔ ہنزہ کے علاقے شمشال سے ہے اور دونوں بچپن ہی سے کوہ پیمائی کا شوق رکھتے تھے۔ ثمینہ بیگ اس سے قبل 6400 میٹر بلند ''چاشکن سر'' چوٹی اور پاکستان میں 6800 میٹر بلند ''کوہ برابری'' بھی سر کر چکی ہیں، جسے اب تک ثمینہ بیگ کے علاوہ کسی اور نے سر نہیں کیا۔ ثمینہ بیگ آرٹس کی طالبہ ہیں اور پاکستان کی واحد خاتون ہیں، جنہوں نے اس شعبے کو باقاعدہ پروفیشن کے طور پر اپنایا ہے۔ وہ 2010ء سے مسلسل کوہ پیمائی کر رہی ہیں۔ ثمینہ بیگ اور مرزا علی کا یہ اعزاز جہاں پاکستانیوں کے لیے باعثِ مسرت ہے، وہیں دُنیا بھر میں کوہ پیمائی سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں میں ان کی کام یابی کو سراہا گیا۔ مرزا علی اس مہم کے بارے میں ایک دستاویزی فلم بھی تیار کر چکے ہیں۔ ان کا مشن سات براعظموں کی سات بلند ترین چوٹیوں کو سر کرنا ہے۔ 2013ء میں ایک اعزاز بھارت کو بھی حاصل ہوا کہ پہلی بار دو جڑواں بھارتی خواتین نوشی اور تاشی نے بھی اس چوٹی کو سر کیا۔ دونوں بھارتی خواتین اور پاکستانی ثمینہ بیگ نے اپنے اپنے ممالک کے جھنڈے ایک ساتھ گاڑے۔

2013ء میں پاکستان اور بھارت کے علاوہ نیپال کی 16 سالہ کوہ پیما نیما شیرپا کو بھی ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے والی دُنیا کی کم عمر خاتون کا اعزاز حاصل ہوا۔ پاکستان، بھارت اور نیپال کی طرح ایک اعزاز سعودی عرب کے حصے میں بھی آیا۔ سعودی عرب کی ایک 25 سالہ خاتون راحا حسن محرق نے 2013ء میں ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے کا اعزاز حاصل کیا تھا، اس طرح راحا حسن محرق سعودی عرب کے ساتھ ساتھ عرب دُنیا کی بھی کم عمر ترین کوہ پیما بن گئی ہیں جنہوں نے ماؤنٹ ایورسٹ کی بلندیوں کو چھوا ہے۔ ان کی چار رکنی ٹیم میں فلسطین اور قطر کے کوہ پیما بھی شامل تھے۔ قطر اور فلسطین سے تعلق رکھنے والے کوہ پیماؤں نے بھی پہلی مرتبہ دُنیا کی بلند ترین چوٹی کو سر کیا تھا۔

ہم پھر دُنیا کی بلند ترین چوٹی سر کرنے والی پاکستان کی پہلی خاتون ثمینہ بیگ کی طرف آتے ہیں۔ جنہوں نے دُنیا کے سامنے پاکستان کا سر بلند کر دیا ہے۔ لہو جماتے برفیلے دیوقامت پہاڑ بھی پاکستان کی اس نوجوان چٹان جیسی لڑکی کے سامنے چھوٹے نظر آتے ہیں۔ گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والی ثمینہ بیگ پہلی پاکستانی خاتون اور تیسری پاکستانی کوہ پیما ہیں جنہوں نے ماؤنٹ ایورسٹ سر کیا۔ یہی نہیں بلکہ ان کی جستجو نے انہیں سات براعظموں کی سات بلند و بالا چٹانیں سر کرنے والی پہلی پاکستانی خاتون اور پہلی مسلمان کا اعزاز بھی دلوا دیا ہے۔

سات براعظموں کی سات چوٹیوں کو سر کرنے کا ان کا یہ آٹھ ماہ پر مشتمل مشن 24 جولائی 2014ء کو صبح 9 بجے مکمل ہوا۔ جب انہوں نے روس میں واقع 5642 میٹر ساتویں بلند چوٹی ''ماؤنٹ ہیلمرس'' کو اپنے بھائی کے ساتھ سر کر کے وہاں پاکستانی پرچم لہرایا۔ بلندی کے ہر سفر میں ثمینہ کے بھائی مرزا علی ان کے ساتھ ہوتے ہیں، لیکن ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کرنے کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا جب منزل دونوں بہن بھائی سے محض 248 میٹر کی دُوری پر تھی لیکن بھائی نے اس مقام پر رُک کر بہن کو آگے بڑھنے اور چوٹی سر کرنے کو کہا تاکہ پوری دُنیا کو یہ پیغام دیا جا سکے کہ پاکستان کی خواتین بااختیار ہیں اور وہ بغیر کسی سہارے کے اپنے مشن کو مکمل کر سکتی ہیں۔

یاد رہے کہ دُنیا کی بلند ترین چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ (8848 میٹر) سر کرنے کے بعد ثمینہ بیگ نے 18 دسمبر 2013ء کو امریکا کی بلند ترین چوٹی بھی سر کی تھی۔ انہوں نے یہ کارنامہ بھی اپنے بھائی کے ہمراہ انجام دیا۔ دونوں بہن بھائی نے امریکا کی چھ ہزار نو سو اکسٹھ (6961) میٹر بلند چوٹی سر کرنے کے لیے نو گھنٹے صرف کیے۔ اسے کہتے ہیں جذبہ بلند ہو تو بلندی بھی سر ہو ہی جاتی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

اس تصویر کا اچھا سا عنوان تجویز کیجئے اور 500 روپے کی کتب لیجئے۔
عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 10/ مارچ 2015ء ہے۔

فروری 2015ء کے ''بلاعنوان کارٹون'' کے لیے جو عنوانات موصول ہوئے، اُن میں سے مجلس ادارت کو جو عنوانات پسند آئے، اُن عنوانات میں سے یہ ساتھی بہ ذریعہ قرعہ اندازی 500 روپے کی انعامی کتب کے حق دار قرار پائے۔

- یہ عالم شوق کا دیکھا نہ جائے۔ (نور العین آفتاب، کوہاٹ کینٹ)
- دادا کیا کہنے آپ کی ذہانت کے۔ (ماہ رخ، حیدر آباد)
- میرے شوق نے مجھے سکھایا، کتے کہاں کیوں کام لگایا۔ (مریم اعجاز، لاہور)
- کیوں ہوتے ہو حیران، یہ ہے مس آئیڈیا خان۔ (سید محمد منظور حسن، بہاول پور)
- چھوٹا سا میں جانور (کہتا ہوں) کام کروں گا بڑے بڑے۔ (نور نظر ارجمند، لاہور)

www.pdfbooksfree.pk

The Taleem-o-Tarbiat, Lahore
PAKISTAN'S MOST WIDELY READ URDU MAGAZINE FOR CHILDREN OF ALL AGES

طلبہ و طالبات کے لیے فیروز سنز کی معیاری لُغات

فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی

ہدایات برائے آرڈرز:
پنجاب: 60۔ شاہراہ قائداعظم، لاہور۔ 042-111-626262
سندھ اور بلوچستان: پہلی منزل، مہران بائنس، مین کلفٹن روڈ، کراچی۔ 021-35867239-35830467
خیبر پختونخواہ، اسلام آباد، آزاد کشمیر اور قبائلی علاقے: 277۔ پشاور روڈ، راولپنڈی۔ 051-5124970-5124879

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material